Barakātud Du'ā

(Urdu)

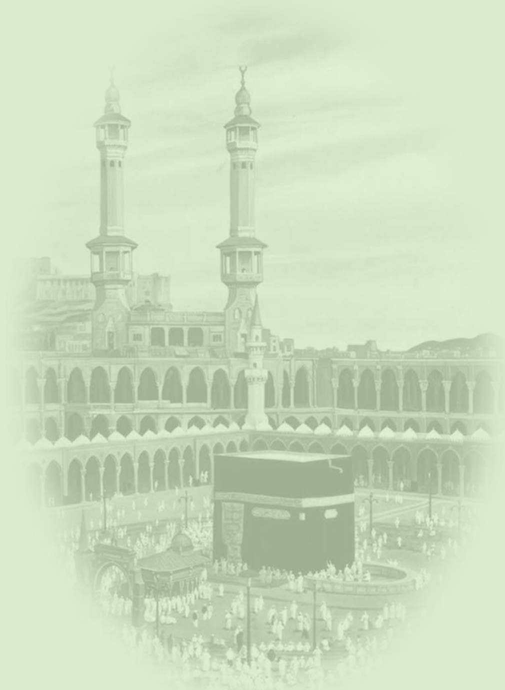
The Blessings of Prayer

Barakātud Du'ā, or The Blessings of Prayer, written by the Promised Messiah[as] in 1893, is a refutation of Sir Sayyid Ahmad Khan's view that there is no such thing as the acceptance of prayer, and that prayer is no more than a form of worship. The Promised Messiah[as] rejects this view and proclaims that Allah hears and accepts the supplications of believers which are offered in humility and sincerity, and that the acceptance of prayer sets in motion its own chain of causes which culminates in the fulfilment of the objective prayed for.

In the second part of the book, which deals with Sir Sayyid Ahmad Khan's other book *Uṣūlut Tafsīr* (On the Principles of Commentary of the Holy Quran), the Promised Messiah[as] presents his criteria or guiding principles for the correct interpretation of the Holy Quran.

ISBN 978-1-84880-193-6
9 781848 801936

برکات الدعا



تصنیف لطیف: حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بَرَکَاتُ الدُّعَاء

سیّد احمد خانصاحب کے۔سی۔ایس۔آئی
کے خیالات کے ردّ میں

جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تصنیف فرمایا

اور

پہلی مرتبہ مطبع ریاض ہند قادیان میں بماہ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ طبع ہوا

برکات الدعا

تصنیف لطیف: حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

***Barakātud-Du'ā,* (Urdu)**

Written by Ḥaḍrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian,
The Promised Messiah and Mahdi (1835–1908),
may peace be upon him,
Founder of the Ahmadiyya Muslim Community

First published in Qadian, India, 1893
Several editions published since
Published in India, 2006 (978-81-7912-087-3)
Reprinted in 2012, India
Present edition published in the UK, 2019

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey UK, GU9 9PS

Printed in the UK at:
Raqeem Press, Farnham, Surrey

For further information, please visit www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-193-6
11 10 9 8 7 6 5 4 3 2 1

پیش لفظ

برصغیر کی نامور شخصیت سرسید احمد خان نے اپنے رسالہ الدعاء والاستجابۃ میں دعا کے فلسفہ کی ایسی تاویل کی کہ جس سے دعا کی قبولیت اور اس کے اثر اور خارجی وحی کے انکار سے اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام اور اولیاء کی شہادت کی تکذیب لازم آتی تھی جبکہ ان کے اکثر معجزات و کرامات کی اصل اور منبع بھی دعاؤں کی قبولیت ہی تھی اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سرسید احمد مرحوم کے اس رسالہ کے جواب میں رسالہ 'برکات الدعاء' ۱۸۹۳ء میں تحریر فرمایا جس میں آپ نے ان کے پیش کردہ دلائل کو معقولی اور منقولی رنگ میں ردّ کیا اور خارجی وحی اور دعا کی قبولیت کے متعلق اپنا تجربہ پیش فرمایا۔

حضور علیہ السلام نے اس رسالہ میں دعا کی اہمیت، افادیت و ماہیت بیان فرما کر ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت پیش فرمائے کہ وہ خدا بظاہر ناممکن نظر آنیوالے حالات میں بھی اپنے بندوں کی ایسی غیبی مدد فرماتا ہے کہ دنیا دعا کے اثرات کو دیکھ کر ورطہء حیرت میں پڑ جاتی ہے۔

اس کتاب کو انگلستان سے طبع کروایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طباعت ہر لحاظ سے مبارک اور مفید ثابت فرمائے۔ آمین

منیر الدین شمس
ایڈیشنل وکیل التصنیف
فروری 2019

ٹائیٹل بار اوّل

برکات الدعا

سیّد احمد خان صاحب کے سی ایس آئی

کے خیالات کے رد مین

جسکو مجدد زمان و مسیح دوران مرزا غلام احمدؐ

صاحب نے تالیف کرکے بغرض فائدہ عام

مطبع ریاض ہند قادیان مین باہتمام شیخ

نور احمدؐ صاحب طبع کراکر بماہ رمضان المبارک

سنہ ۱۳۱۰ شایع کیا

قیمت فی نسخہ مر

تعداد نسخہ ۱۴۰۰

صـ۲ـ نمونہ دعائے مستجاب[1]

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اُس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں میں نے شایع کی تھی کچھ نکتہ چینی ہے مجھ کو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گزرا ہے اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اس کی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے سو میں اس وقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا اُسی طور سے کیا میرا اس میں دخل نہیں ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اِس میں شبہات باقی رہ جائیں گے اِس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا اور پھر اصلی حالت صحت کی قایم ہوگئی تو وہ پیشگوئی متصوّر نہیں ہوگی اور بلاشبہ ایک مکر اور فریب ہوگا کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں پس اس صورت میں بلاشبہ میں اُس سزا کے لائق ٹھہروں گا جس کا ذکر میں نے کیا ہے لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اُس طور سے ہوا کہ جس میں قہر الٰہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو پھر سمجھو

[1] یہ ’’نمونہ دعائے مستجاب‘‘ پہلے ایڈیشن میں صفحہ ۲،۳،۴ سرورق پر شائع ہوا ہے۔ شمس

کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت
دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کے محتاج نہیں اس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کی ایک
صـ۳ـ حد مقرر کر دینا کافی ہے پھر اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر
ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور یہ سارے خیالات اور یہ تمام نکتہ چینیاں جو پیش
از وقت دلوں میں پیدا ہوتی ہیں ایسی معدوم ہو جاتی ہیں کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک
انفعال کے ساتھ اپنی رایوں سے رجوع کرتے ہیں۔ ماسوا اِس کے یہ عاجز بھی تو قانون
قُدرت کے تحت میں ہے اگر میری طرف سے بُنیاد اس پیشگوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ
میں نے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام
لیکر یہ پیشگوئی شائع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کرسکتا ہے کہ
انہیں اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ
برس کے جو میں نے اس کے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس برس لکھ دے
لیکھرام کی عمر اس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی اور وہ ایک جوان قوی ہیکل
عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف
اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے پھر باوجود اس کے مقابلہ میں خود
معلوم ہو جائے گا کہ کونسی بات انسان کی طرف سے ہے اور کونسی بات خدا تعالیٰ کی طرف
سے۔ اور معترض کا یہ کہنا کہ ایسی پیشگوئیوں کا اب زمانہ نہیں ہے ایک معمولی فقرہ ہے جو اکثر
لوگ منہ سے بول دیا کرتے ہیں میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول
کرنے کیلئے یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ شائد اسکی نظیر پہلے زمانوں میں کوئی بھی مل نہ سکے۔ ہاں
اِس زمانہ سے کوئی فریب اور مکر مخفی نہیں رہ سکتا مگر یہ تو راستبازوں کیلئے اور بھی خوشی کا مقام

ہے کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے وہی سچائی کی دل سے عزّت کرتا ہے اور بخوشی اور دوڑ کر سچائی کو قبول کر لیتا ہے اور سچائی میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آپ
صؔ۴ قبول کرا لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا جاتا ہے جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اُس میں شروع ہے زمانہ بیشک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے نہ دشمن اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھے سادے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے یہ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمّت ہے گویا یہ زمانہ ایک ایسا بدزمانہ ہے کہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پا کر پھر اُس کو قبول نہیں کرتا لیکن میں ہرگز قبول نہیں کروں گا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر میری طرف رجوع کرنے والے اور مجھ سے فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو نو تعلیم یافتہ ہیں جو بعض اُن میں سے بی اے اور ایم اے تک پہنچے ہوئے ہیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑے شوق سے قبول کرتا جاتا ہے اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ ایک نومسلم اور تعلیم یافتہ یوریشین انگریزوں کا گروہ جن کی سکونت مدراس کے احاطہ میں ہے ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھ دی ہیں جو ایک خدا ترس آدمی کے سمجھنے کیلئے کافی ہیں آریوں کا اختیار ہے کہ میرے اِس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جس طرح چاہیں حاشیے چڑھاویں مجھے اِس بات پر کچھ بھی نظر نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس وقت اس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اُسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دے گا اور اگر اُس کی طرف سے نہیں تو پھر

میری ذلت ظاہر ہوگی اور اگر میں اس وقت رکیک تاویلیں کروں گا تو یہ اور بھی ذلت کا موجب ہوگا وہ ہستی قدیم اور وہ پاک وقدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ کاذب کو کبھی عزت نہیں دیتا یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے **کامل** اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا توہین سے یاد کیا اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دنیا میں عزت ظاہر کرے۔

وَالسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر:۔ آج جو ۲ ۔اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اُس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شدّاد غلاظ میں سے ہے اور اُسکی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اُسکو دیکھتا ہی تھا کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے تب میں نے اُسوقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اُس دوسرے شخص کی سزا دہی کیلئے مامور کیا گیا ہے مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دوسرا شخص اُنہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں اور یہ یکشنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔**

ص۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیّد احمد خان صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے رسالہ
الدعا والاستجابۃ اور رسالہ تحریر فی اصول التفسیر پر ایک نظر

اے اسیرِ عقل خود برہستی خود کم بناز کین سپہرِ بوالعجائب چونتو بسیار آورد
غیر را ہرگز نمی باشد گذر در کوئے حق ہر کہ آید ز آسمان او رازِ آن یار آورد
خود بخود فہمیدنِ قرآن گمانِ باطل است ہر کہ از خود آورد او نجس و مُردار آورد

سیّد صاحب اپنے رسالہ مندرجہ عنوان میں دعا کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ استجابت دعا کے یہ معنے نہیں ہیں کہ جو کچھ دعا میں مانگا گیا ہے وہ دیا جائے کیونکہ اگر استجابت دعا کے یہی معنے ہوں کہ وہ سوال بہرحال پورا کر دیا جائے تو دو مشکلیں پیش آتی ہیں اوّل یہ کہ ہزاروں دعائیں نہایت عاجزی اور اضطراری سے کی جاتی ہیں مگر سوال پورا نہیں ہوتا جس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ خدا نے استجابت دعا کا وعدہ کیا ہے۔ دوسری یہ کہ جو امور ہونے والے ہیں وہ مقدّر ہیں اور جو نہیں ہونے والے وہ بھی مقدّر ہیں۔ اُن مقدّرات کے برخلاف ہرگز نہیں ہوسکتا پس اگر استجابت دعا کے معنے سوال کا پورا کرنا قرار دیئے جائیں تو خدا کا یہ وعدہ کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[۱] اُن سوالوں پر جن کا ہونا مقدّر نہیں ہے صادق نہیں آسکتا
ص۲ یعنے ان معنوں کے رو سے یہ عام وعدہ استجابت دعا کا باطل ٹھہرے گا کیونکہ سوالوں کا وہی

۱ المؤمن: ۶۱

حصہ پورا کیا جاتا ہے جس کا پورا کیا جانا مقدّر رہے۔لیکن استجابت دعا کا وعدہ عام ہے جس میں کوئی بھی استثنا نہیں پھر جس حالت میں بعض آیتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ جن چیزوں کا دیا جانا مقدّر نہیں وہ ہرگز دی نہیں جاتیں اور بعض آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دعا ردّ نہیں ہوتی اور سب کی سب قبول کی جاتی ہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ کرلیا ہے جیسا کہ آیت اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [1] سے ظاہر ہے پھر اس تناقض اور تعارض آیات سے بجز اس کے کیونکر مخلصی حاصل ہو کہ استجابت دعا سے عبادت کا قبول کرنا مراد لیا جائے یعنے یہ معنے کئے جائیں کہ دعا ایک عبادت ہے اور جب وہ دل سے اور خشوع اور خضوع سے کی جائے تو اُس کے قبول کرنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے پس استجابت دعا کی حقیقت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ دعا ایک عبادت متصور ہو کر اُس پر ثواب مترتب ہوتا ہے ہاں اگر مقدّر میں ایک چیز کا ملنا ہے اور اتفاقاً اس کے لئے دعا بھی کی گئی تو وہ چیز مل جاتی ہے مگر نہ دعا سے بلکہ اُس کا ملنا مقدّر تھا اور دعا میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب دعا کرنے کے وقت خدا کی عظمت اور بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ خیال حرکت میں آ کر اُن تمام خیالات پر جن سے اضطرار پیدا ہوا ہے غالب ہو جاتا ہے اور انسان کو صبر اور استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہو جانا لازمہ عبادت ہے اور یہی دعا کا مستجاب ہونا ہے۔پھر سیّد صاحب اپنے رسالہ کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ حقیقت دعا سے ناواقف اور جو حکمت اُس میں ہے اُس سے بے خبر ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ امر مسلّم ہے کہ جو مقدّر نہیں ہے وہ نہیں ہونے کا تو دعا سے کیا فائدہ ہے۔یعنے جب کہ مقدّر
ص۳ بہر حال مل رہے گا خواہ دعا کرو یا نہ کرو اور جس کا ملنا مقدّر نہیں اُس کے لئے ہزاروں

[1] المؤمن :۶۱

دعائیں کئے جاؤ کچھ فائدہ نہیں تو پھر دعا کرنا ایک امر عبث ہے اس کے جواب میں سیّد صاحب فرماتے ہیں کہ اضطرار کے وقت اِستمداد کی خواہش رکھنا انسان کی فطرت کا خاصہ ہے سو انسان اپنے فطرتی خاصہ سے دعا کرتا ہے بلا خیال اس کے کہ وہ ہوگا یا نہیں اور بمقتضائے اُس کی فطرت کے اُس کو کہا گیا ہے کہ خدا ہی سے مانگو جو مانگو۔

اِس تمام تحریر سے جس کو ہم نے بطور خلاصہ اوپر لکھ دیا ہے ثابت ہوا کہ سیّد صاحب کا یہ مذہب ہے کہ دعا ذریعہ حصولِ مقصود نہیں ہوسکتی اور نہ تحصیل مقاصد کے لئے اُس کا کچھ اثر ہے اور اگر دعا کرنے سے کسی داعی کا فقط یہی مقصد ہو کہ بذریعہ دعا کوئی سوال پورا ہوجائے تو یہ خیال عبث ہے کیونکہ جس امر کا ہونا مقدّر ہے اُسکے لئے دعا کی حاجت نہیں اور جس کا ہونا مقدّر نہیں ہے اُسکے لئے تضرع و ابتہال بے فائدہ ہے۔ غرض اِس تقریر سے بتمام تر صفائی کُھل گیا کہ سیّد صاحب کا یہی عقیدہ ہے کہ دعا صرف عبادت کیلئے موضوع ہے اور اُس کو کسی دُنیوی مطلب کے حصول کا ذریعہ قرار دینا طمع خام ہے۔

اب واضح ہو کہ سیّد صاحب کو قرآنی آیات کے سمجھنے میں سخت دھوکا لگا ہوا ہے مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ اُس دھوکے کی کیفیت کو اِس مضمون کے اخیر میں بیان کریں گے اِس وقت ہم نہایت افسوس سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر سیّد صاحب قرآن کریم کے سمجھنے میں فہم رسا نہیں رکھتے تھے تو کیا وہ قانونِ قدرت بھی جس کی پیروی کا وہ دم مارتے ہیں اور جس کو وہ خدا تعالیٰ کی فعلی ہدایت اور قرآن کریم کے اسرار غامضہ کا مفسر قرار دیتے ہیں اس مضمون کے لکھنے کے وقت اُن کی نظر سے غائب تھا۔ کیا سیّد صاحب کو معلوم نہیں کہ اگرچہ دُنیا کی کوئی خیر وشر مقدّر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اُسکے حصول کیلئے ایسے اسباب مقرر کر صـ۴
رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدّر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دُعا یا ترکِ دُعا مگر کیا سیّد صاحب یہ رائے ظاہر کر سکتے

ہیں کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا۔ پھر اگر سیّد صاحب باوجود ایمان بالتقدیر کی اِس بات کے بھی قائل ہیں کہ دوائیں بھی اثر سے خالی نہیں تو پھر کیوں خدا تعالیٰ کے یکساں اور متشابہ قانون میں فتنہ اور تفریق ڈالتے ہیں کیا سیّد صاحب کا یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ اِس بات پر تو قادر تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ اُنکی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جائیں یا مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی کہ اُن کا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اِس جہان سے رخصت کر دے لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرّہ بھی اثر نہ ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نظام الٰہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ ہو نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ خود سیّد صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے بے خبر ہیں اور اُن کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہیں رکھتے اور اُن کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پورانی اور سال خوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اُس کو بے اثر پا کر اُس دوا پر عام حکم لگا دے کہ اِسمیں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ افسوس صد افسوس کہ سیّد صاحب باوجودیکہ پیرانہ سالی تک پہنچ گئے مگر اب تک اُن پر یہ سلسلہ نظام قدرت مخفی رہا کہ کیونکر قضا و قدر کو اسباب سے وابستہ کر دیا گیا ہے اور کس قدر یہ سلسلہ اسباب اور مسببات کا باہم گہرے اور لازمی تعلقات رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اِس دھوکے میں پھنس گئے کہ اُنہوں نے خیال کرلیا کہ گویا بغیر ان اسباب کے جو قدرت نے روحانی اور جسمانی طور پر مقرر کر رکھے ہیں کوئی چیز ظہور پذیر ہوسکتی ہے یوں تو دنیا میں کوئی چیز بھی مقدّر سے خالی نہیں مثلاً جو انسان آگ اور پانی اور ہوا اور مٹی اور اناج اور نباتات اور حیوانات و جمادات وغیرہ سے فائدہ صـ۵

اُٹھاتا ہے وہ سب مقدّرات ہی ہیں لیکن اگر کوئی نادان ایسا خیال کرے کہ بغیر اُن تمام اسباب کے جو خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھے ہیں اور بغیر اُن راہوں کے جو قدرت نے معیّن کر دی ہیں ایک چیز بغیر توسط جسمانی یا روحانی وسائل کے حاصل ہو سکتی ہے تو ایسا شخص گویا خدا تعالیٰ کی حکمت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ میں نہیں دیکھتا کہ سیّد صاحب کی تقریر کا بجز اس کے کچھ اور بھی ماحصل ہے کہ وہ دعا کو منجملہ اُن اسباب مؤثرہ کے نہیں سمجھتے جن کو اُنہوں نے بڑی مضبوطی سے تسلیم کیا ہوا ہے بلکہ اِس راہ میں حد سے زیادہ آگے قدم رکھ دیا ہے مثلاً اگر سیّد صاحب کے پاس آگ کی تاثیر کا ذکر کیا جائے تو وہ ہرگز اُس سے منکر نہیں ہوں گے اور ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ اگر کسی کا جلنا مقدّر ہے تو بغیر آگ کے بھی جل رہے گا تو پھر میں حیراں ہوں کہ وہ باوجود مسلمان ہونے کے دعا کی تاثیروں سے جو آگ کی طرح کبھی اندھیرے کو روشن کر دیتی ہیں اور کبھی گستاخ دست انداز کا ہاتھ جلا دیتی ہیں کیوں منکر ہیں کیا اُن کو دعاؤں کے وقت تقدیر یاد آ جاتی ہے اور جب آگ وغیرہ کا ذکر کریں تو پھر تقدیر بھول جاتی ہے کیا ان دونوں چیزوں پر ایک ہی تقدیر حاوی نہیں ہے پھر جس حالت میں باوجود تقدیر ماننے کے وہ اسباب مؤثّرہ کو اس شدت سے مانتے ہیں کہ اُسکے غلوّ میں وہ بدنام بھی ہو گئے ہیں تو پھر اِس کا کیا موجب ہے کہ وہ نظام قدرت جس کو وہ تسلیم کر چکے ہیں دعا صـ۶
میں اُن کو یاد نہیں رہا یہاں تک کہ مکھی میں تو کچھ تاثیر ہے مگر دعا میں اتنی بھی نہیں۔ پس اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اِس کوچہ سے بے خبر ہیں اور نہ ذاتی تجربہ اور نہ تجربہ والوں کی اُن کو صحبت ہے۔

اب ہم فائدہ عام کے لئے کچھ استجابت دعا کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں سو واضح ہو کہ استجابت دعا کا مسئلہ درحقیقت دعا کی مسئلہ کی ایک فرع ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اُس کو فرع کے سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں

اور دھوکے لگتے ہیں پس یہی سبب سیّد کی غلط فہمی کا ہے۔ اور دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اُس کے ربّ میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنے پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اُس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مُشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل اُمید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمّت کے ساتھ جُھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اُس کی روح اُس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اُس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جلّ شانہٗ اُس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس دعا کا اثر اُن تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اُس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے۔ تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اُس دعا کے اثر سے صک
پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اگر قحط کے لئے بد دعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ **کامل** کی دعا میں ایک قُوّت تکوین پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنے باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے۔ اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اُس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤیّد مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل **استجابت** دعا ہی ہے۔ اور جس قدر ہزاروں **معجزات انبیا** سے ظہور میں آئے ہیں۔ یا جو کچھ کہ **اولیائے کرام** ان دنوں

تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اُس کا اصل اور منبع یہی دُعا ہے۔ اور اکثر دعاؤں کی اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے۔ اور پُشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہُوا کہ نہ پہلے اُس سے کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچادیا**۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ **اللھم صل و سلم و بارک علیه و آله بعدد همه و غمه و حزنه لھٰذہ الا مة و انزل علیه انوار رحمتک الی الابد**۔

صـ۸ اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ **اسباب طبعیہ** کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی **عظیم التاثیر** نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔

اور اگر یہ شُبہ ہو کہ بعض دُعائیں خطا جاتی ہیں۔ اور اُنکا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ یہی حال دواؤں کا بھی ہے۔ کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے؟ یا اُن کا خطا جانا غیر ممکن ہے؟ مگر کیا باوجود اِس بات کے کوئی ان کی تاثیر سے انکار کر سکتا ہے؟ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے۔ مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بے حرمت نہیں کیا۔ اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ **جسمانی اور روحانی** اسباب بھی تقدیر سے باہر نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو۔ تو اسباب علاج پورے طور پر میسّر آ جاتے ہیں۔ اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ اُن سے نفع اُٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ تب **دوا** نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہے۔ یہی قاعدہ

دُعا کا بھی ہے۔ یعنے دُعا کے لئے بھی تمام اسباب وشرائط قبولیت اُسی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ الٰہی اُس کے قبول کرنے کا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ مؤثرات اور متاثرات میں باندھ رکھا ہے۔ پس سیّد صاحب کی سخت غلطی ہے کہ وہ نظام جسمانی کا تو اقرار کرتے ہیں مگر نظام روحانی سے منکر ہو بیٹھے ہیں!

بالآخر مَیں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر سیّد صاحب اپنے اِس غلط خیال سے توبہ نہ کریں اور یہ کہیں کہ دُعاؤں کے اثر کا ثبوت کیا ہے۔ تو مَیں ایسی غلطیوں کے نکالنے کے صـ۹ـ لیے **مامور** ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بعض دُعاؤں کی **قبولیت** سے پیش از وقت سیّد صاحب کو **اطلاع** دونگا۔ اور نہ صرف اطلاع بلکہ چھپوا دونگا۔ مگر سیّد صاحب ساتھ ہی یہ بھی اقرار کریں کہ وہ بعد ثابت ہو جانے میرے دعویٰ کے اپنے اس غلط خیال سے رجوع کریں گے۔

سیّد صاحب کا یہ قول ہے کہ گویا قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے حالانکہ تمام دُعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ اُنکی سخت غلط فہمی ہے۔ اور یہ آیۃ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [۱] اُن کے مدعا کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ یہ دُعا جو آیت اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [۲] میں بطور امر کے بجالانے کے لئے فرمائی گئی ہے۔ اِس سے مراد معمولی دُعائیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ عبادت ہے جو انسان پر فرض کی گئی ہے کیونکہ امر کا صیغہ یہاں فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کُل دُعائیں فرض میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ بعض جگہ اللہ جلّ شانہ نے صابرین کی تعریف کی ہے جو اِنَّـالِلّٰہ پر ہی کفایت کرتے ہیں۔ اور اس دُعا کی فرضیت پر بڑا قرینہ یہ ہے کہ صرف امر پر ہی کفایت نہیں کی گئی بلکہ اس کو عبادت کے لفظ سے یاد کر کے بحالت

[۱، ۲] المؤمن: ۶۱

نافرمانی عذابِ جہنم کی وعید اس کے ساتھ لگا دی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دوسری دعاؤں
میں یہ وعید نہیں۔ بلکہ بعض اوقات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دُعا مانگنے پر زجر و توبیخ کی گئی
ہے چنانچہ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ [1] اس پر شاہد ہے اِس سے
صاف ظاہر ہے کہ اگر ہر دُعا عبادت ہوتی تو حضرت نوحؑ علیہ السلام کو لَا تَسْئَلْنِ [2] کا تازیانہ
کیوں لگایا جاتا! اور بعض اوقات اولیا اور انبیا دُعا کرنے کو سوءِ ادب سمجھتے رہے ہیں۔ اور صلحاء
نے ایسی دُعاؤں میں استفتاء قلب پر عمل کیا ہے یعنے اگر مصیبت کے وقت دل نے دُعا ص۱۰۱
کرنے کا فتویٰ دیا تو دُعا کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اگر صبر کے لئے فتویٰ دیا تو پھر صبر کیا۔ اور
دُعا سے مونہہ پھیر لیا۔ ماسوا اِس کے اللہ تعالیٰ نے دوسری دُعاؤں میں قبول کرنے کا وعدہ نہیں
کیا بلکہ صاف فرما دیا ہے کہ چاہوں تو قبول کروں اور چاہوں تو ردّ کروں۔ جیسا کہ یہ آیت
قرآن کی صاف بتلا رہی ہے اور وہ یہ ہے۔ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ
اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ [3] سورۃ الانعام الجزء نمبر ۷ اور اگر ہم تنزّلاً مان بھی لیں کہ اس مقام میں
لفظ اُدْعُوْ سے عام طور پر دُعا ہی مُراد ہے تو ہم اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں دیکھتے
کہ یہاں دُعا سے وہ دُعا مُراد ہے جو بجمیع شرائط ہو۔ اور تمام شرائط کو جمع کر لینا انسان
کے اختیار میں نہیں جب تک توفیق ازلی یاور نہ ہو۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ دُعا کرنے میں
صرف تضرع کافی نہیں ہے۔ بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور
کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دُعا کرتا ہے یا جس کے لئے دُعا کی
گئی ہے اُسکی دنیا اور آخرت کیلئے اُس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الٰہی بھی نہ
ہو۔ کیونکہ بسا اوقات دُعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر جس چیز کو
مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کے لئے خلاف مصلحت الٰہی ہوتی ہے۔ اور اُس کے

[1]، [2] ہود:۴۷ [3] الانعام:۴۲

پُورے کرنے میں خیر نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر کسی ماں کا پیارا بچہ بہت الحاح اور رونے سے یہ چاہے کہ وہ آگ کا ٹکڑا یا سانپ کا بچہ اُس کے ہاتھ میں پکڑا دے۔ یا ایک زہر جو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے اُس کو کھلا دے تو یہ سوال اُس بچہ کا ہرگز اُس کی ماں پورا نہیں کرے گی۔ اور اگر پورا کر دیوے اور اتفاقاً بچہ کی جان بچ جاوے لیکن کوئی عضو اُس کا بے کار ہو جاوے تو بلوغ کے بعد وہ بچہ اپنی اُس احمق والدہ کا سخت شاکیؔ ہوگا اور بجز اسکے اور بھی کئی ص۱۱
شرائط ہیں کہ جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں اُسوقت تک دُعا کو دُعا نہیں کہہ سکتے۔ اور جب تک کسی دُعا میں پوری روحانیت داخل نہ ہو اور جس کے لئے دعا کی گئی ہے اور جو دُعا کرتا ہے اُن میں استعدادِ قریبہ پیدا نہ ہو تب تک توقع اثرِ دعا امید موہوم ہے۔ اور جب تک ارادہ الٰہی قبولیت دُعا کے متعلق نہیں ہوتا تب تک یہ تمام شرائط جمع نہیں ہوتیں۔ اور ہمتیں پوری توجّہ سے قاصر رہتی ہیں۔ سیّد صاحب اِس بات کو بھی مانتے ہیں کہ دارِ آخرت کی سعادتیں اور نعمتیں اور لذّتیں اور راحتیں جن کی نجات سے تعبیر کی گئی ہے ایمان اور ایمانی دُعاؤں کا نتیجہ ہیں پھر جبکہ یہ حال ہے تو سیّد صاحب کو ماننا پڑا کہ بلاشُبہ ایک مومن کی دُعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں اور آفات کے دُور ہونے اور مرادات کے حاصل ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں کیونکہ اگر موجب نہیں ہوسکتیں تو پھر کیا وجہ کہ قیامت میں موجب ہو جائیں گی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ اگر درحقیقت دُعا ایک بے تاثیر چیز ہے اور دُنیا میں کسی آفت کے دور ہونے کا موجب نہیں ہوسکتی تو کیا وجہ کہ قیامت کو موجب ہو جائے گی یہ بات تو نہایت صاف ہے کہ اگر ہماری دُعاؤں میں آفات سے بچنے کے لئے درحقیقت کوئی تاثیر ہے تو وہ تاثیر اِس دُنیا میں بھی ظاہر ہونی چاہیئے تا ہمارا الیقین بڑھے اور امید بڑھے اور تا آخرت کی نجات کے لئے ہم زیادہ سرگرمی سے دُعائیں کریں۔ اور اگر درحقیقت دُعا کچھ چیز نہیں صرف پیشانی کا نوشتہ پیش آنا ہے تو جیسا دنیا کی آفات کیلئے بقول سیّد صاحب دُعا عبث ہے اسی طرح

آخرت کے لئے بھی عبث ہوگی اور اُس پر اُمید رکھنا طمع خام۔اب میں اِس بارے میں اس
سے زیادہ لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ ناظرین باانصاف میرے اِس بیان کو غور سے پڑھ کر سمجھ صـ ۱۲
سکتے ہیں کہ میں نے سیّد صاحب کی غلط فہمی کا ثبوت کافی دے دیا ہے۔ ماسوا اس کے اگر سیّد
صاحب اب بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آویں تو ایک دوسرا طریق بھی اُن پر حجت پورا
کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔اگر وہ طالب حق ہونگے تو اعراض نہیں کریں گے۔

اور سیّد صاحب کی دوسری کتاب جسکا نام تحریر فی اصول التفسیر ہے۔اُن کی اس کتاب سے بالکل مناقض اور مغائر پڑی ہوئی ہے۔گویا سیّد صاحب نے کسی مدہوشی کی حالت میں یہ دونوں رسالے لکھے ہیں۔کیونکہ سیّد صاحب استجابت دُعا کے رسالہ میں تو تقدیر کو مقدّم رکھتے ہیں۔اور اسباب عادیہ کو گویا ہیچ خیال کرتے ہیں اور اسی بنا پر استجابت دُعا سے انکار کرتے ہیں۔کیونکہ دُعا منجملہ اسباب عادیہ کے ہے۔جس پر ایک لاکھ سے زیادہ نبی اور کئی کروڑ ولی گواہی دیتا چلا آیا ہے☆ اور نبیوں کے ہاتھ میں بجز دُعا کے اور کیا تھا۔اور دوسرے

☆**حاشیہ** : قطب ربانی وغوث سبحانی **سیّد عبد القادر جیلانی** رضی اللہ عنہ نے جس قدر اپنی کتاب فتوح الغیب میں کامل کی توجہ اور دُعا کا اثر اپنے تجارب کے رو سے لکھا ہے۔ہم عام فائدہ کے لئے وہ عبارتیں معہ ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں۔اِس تحریر سے مطلب یہ ہے کہ ہر ایک فن میں اسی شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے جو اس فن کا محقق ہوتا ہے۔پس اس بنا پر استجابت دُعاء کی فلاسفی اس شخص کو سچے طور پر معلوم ہوسکتی ہے جس کو خداوند تعالیٰ سے سچے تعلقات صدق اور محبت کے حاصل ہوں۔پس سیّد احمد خاں صاحب سے اس پاک فلاسفی کا دریافت کرنا ایسا ہے جیسے ایک بیطار سے کسی انسان کی مرض کا علاج پوچھنا۔سیّد صاحب اگر کسی دنیوی گورنمنٹ کے تعلقات اُن کی رعایا کے ساتھ بیان کریں تو بلاشُبہ وہ اس بات کے لائق ہیں۔مگر خدا تعالیٰ کی باتیں خدائی لوگ جانتے ہیں۔اور وہ عبارت یہ ہے:۔ **فاجعل انت جملتک واجزاءک اصنامًا مع سائر الخلق ولا تطع شیئًا من ذالک ولا تتبعه جملة فتکون کبریتًا احمر فلا**

ص ۱۳ رسالہ میں گویا سیّد صاحب تقدیر کو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتے کیونکہ تمام اشیا کو اُنہوں نے ایک مستقل وجود قرار دے دیا ہے کہ گویا وہ تمام چیزیں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نکل گئی ہیں۔ اب اس کو ان کی تبدیل اور تغییر پر کچھ بھی اختیار نہیں۔ اور گویا اُس کی خدائی فقط ایک تنگ دائرہ میں محدود ہے اور اُس کے قادرانہ تصرفات آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور جو اشیا پر حالت وارد ہے وہ اُس کی تقدیر نہیں بلکہ اب وہ مخلوقات کی ایک ذاتی خاصیت ہے جو قابل تغیر و تبدیل نہیں

ص ۱۳ **بقیہ حاشیہ:** تکاد تری فحینئذٍ تکون وارث کل نبی و رسول و بک تختم الولایة و تنکشف الکروب و بک تسقی الغیوث و بک تنبت الزروع و بک تدفع البلایا والمحن عن الخاص والعام واھل الثغور و تقلبک ید القدرة ویدعوک لسان الازل وتنزل منازل من سلف من اولی العلم و یرد علیک التکوین و خرق العادات وتومن علی الاسرار والعلوم اللّدنیة وغرائبھا ۔

ترجمہ:۔ یعنے اگر تو خدا تعالیٰ کا مقبول بننا چاہتا ہے تو اس بات پر یقین کر لے اور ایسا سمجھ لے کہ تیرے ہاتھ تیرے پاؤں تیری زبان تیری آنکھ اور تیرا سارا وجود اور اس کے تمام اجزاء تیری راہ میں بُت ہی ہیں۔ اور مخلوق میں سے دوسری تمام چیزیں بھی تیری راہ میں بُت ہیں۔ تیرے بچّے تیری بیوی اور ہر یک دنیا کی مراد جو تو چاہتا ہے اور دنیا کا مال اور دنیا کی عزت اور دنیا کا ننگ و ناموس اور دنیا کا رجا اور خوف اور زید و بکر پر توکل یا خالد و ولید کی ضرر رسانی کا خوف یہ سب تیری راہ میں بُت
ص ۱۴ ہیں۔ سو تو ان بتوں میں سے کسی کا فرمانبردار مت ہو اور سارا اسی کی پیروی میں غرق نہ ہو جا۔ یعنے صرف بقدر حقوق شرعیہ اور سُنن صالحین اس کی رعایت رکھ۔ پس اگر تو نے ایسا کر لیا تو تو کبریت احمر ہو جائیگا۔ اور تیرا مقام نہایت رفیع ہوگا۔ یہاں تک کہ تو نظر نہیں آئے گا۔ اور خدا تعالےٰ تجھے اپنے نبیوں اور رسولوں کا وارث بنا دے گا یعنے اُن کے علوم و معارف اور برکات جو مخفی اور ناپدید ہو گئے تھے۔ وہ از سرِ نو تجھ کو عطا کئے جائیں گے اور ولایت تیرے پر ختم ہوگی یعنے تیرے بعد کوئی نہیں اُٹھے گا جو تجھ سے بڑا ہو۔ اور تیری دعاؤں اور تیری عقد ہمّت اور تیری برکت سے لوگوں کے سخت غم دُور کئے جائیں گے۔ اور قحط زدوں کے لئے بارشیں ہوں گی۔ اور کھیتیاں اُگیں گی۔ اور بلائیں اور محنتیں ہر یک خاص

کیونکہ **تقدیر کے مفہوم کو اختیار مقدّر** لازم پڑا ہوا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جن خواص پر خدا تعالیٰ کا کچھ بھی اختیار باقی نہیں رہا۔ تو پھر اُن خواص کو اُس کی تقدیر کیونکر کہنا چاہیئے اور اگر اختیار ہے تو پھر امکان تبدیل باقی ہے۔ غرض سیّد صاحب نے اس دوسرے رسالہ میں مقدّر حقیقی کی حکومت تمام چیزوں کے سر پر سے ایسی اُٹھا دی ہے کہ وہ اپنے خواص میں (بقول سیّد صاحب) تابع مرضی مالک نہیں رہیں۔ بلکہ ایکٹ مزارعان کی پانچویں دفعہ
ص ۱۴ کے موروثیوں کے لئے جو حقوق انگریزوں نے قائم کئے ہیں۔ یعنے یہ کہ مالک کو کسی قسم کے تصرف کا اُن پر اختیار نہیں ہوگا۔ اسی قسم کی موروثی سیّد صاحب نے بھی تمام چیزوں آگ وغیرہ کو ٹھہرا دیا ہے۔ بلکہ سیّد صاحب کے قانون میں انگریزوں کے قانون سے زیادہ تشدّد ہے کیونکہ انگریزوں نے پانچویں دفعہ کے موروثی کے اخراج کے لئے ایک صورت قائم بھی کر دی ہے اور وہ یہ کہ جب موروثی ایک سال تک لگان واجب کا ایک حصّہ خواہ ۲ر☆ بھی ہوں ادا نہ کرے تو خارج ہوسکتا ہے۔ مگر سیّد صاحب نے تو ہر حال میں حقوق مالک کو تلف کر دیا۔ اور یہ **ظلم عظیم** ہے۔

اور سیّد صاحب نے جو اپنے دوست حریف سے تفسیر قرآن کریم کا معیار مانگا ہے۔

بقیہ حاشیہ : وعام کی یہاں تک کہ بادشاہوں کی مصیبتیں تیری توجّہ اور دُعا سے دور ہوں گی۔ اور ید قدرت تیرے ساتھ ہوگا۔ اور جس طرف وہ پھرے اُسی طرف تو پھرے گا۔ اور لسان الازل تجھے اپنی طرف بلائے گی۔ یعنے جو کچھ تیری زبان پر جاری ہوجائیگا وہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور اس میں برکت رکھی جائے گی اور تُو ان تمام راستبازوں کا قائم مقام کیا جائے گا جن کو تجھ سے پہلے علم دیا گیا۔ اور تکوین تیرے پر ردّ کی جائے گی۔ یعنے تیری دُعاء اور تیری توجّہ عالم میں تصرف کرے گی۔ اور پھر اگر تو معدوم کو موجود کرنا یا موجود کو معدوم کرنا چاہے گا تو وہی ہو جائے گا اور امور خارق عادت تجھ سے ظاہر ہوں گے۔ اور تجھ کو اسرار اور علوم لدنیہ اور معارف غریبہ عطا ہوں گے۔ جن کے لئے تو امین اور مستحق سمجھا جائے گا۔ منہُ

☆ دو آنہ (ناشر)

سو میں نے مناسب سمجھا کہ اس جگہ بھی سیّد صاحب کی کسی قدر میں ہی خدمت کردوں کیونکہ بھولے کوراہ بتانا سب سے پہلے میرا فرض ہے۔سو جاننا چاہیئے کہ سب سے **اوّل معیار** تفسیر صحیح کا شواہد قرآنی ہیں ۔ یہ بات نہایت توجّہ سے یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم اور معمولی کتابوں کی طرح نہیں جو اپنی صداقتوں کے ثبوت یا انکشاف کے لئے دوسرے کا محتاج ہو۔ وہ ایک ایسی متناسب عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ ہلانے سے تمام عمارت کی شکل بگڑ جاتی ہے ۔ اِس کی کوئی صداقت ایسی نہیں ہے جو کم سے کم دس یا بیس شاہد اس کے خود اُسی میں موجود نہ ہوں ۔ سو اگر ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک معنے کریں تو ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کی تصدیق کیلئے دوسرے شواہد قرآن کریم سے ملتے ہیں یا نہیں ۔ اگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں بلکہ ان معنے کی دوسری آیتوں سے صریح معارض پائے جاویں تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ معنے بالکل باطل ہیں ۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں اختلاف ہو۔ اور سچّے معنوں کی یہی نشانی ہے کہ قرآن کریم میں سے ایک لشکر شواہد بینہ کا اس کا مصدق ہو۔ ص۱۵

دوسرا معیار ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تفسیر ہے ۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کے معنے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ نبی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تھے ۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کرے نہیں تو اُس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی ۔ ص۱۶

تیسرا معیار صحابہ کی تفسیر ہے ۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علمِ نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالیٰ کا اُن پر بڑا فضل تھا اور نصرتِ الٰہی اُن کی قوّت مدرکہ کے ساتھ تھی ۔ کیونکہ اُن کا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔

چوتھا معیار خود اپنا نفسِ مطہر لے کر قرآن کریم میں غور کرنا ہے۔ کیونکہ نفس مطہرہ سے قرآن کریم کو مناسبت ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ [۱] یعنے قرآن کریم کے حقائق صرف اُن پر کُھلتے ہیں جو پاک دل ہوں۔ کیونکہ مطہر القلب انسان پر قرآن کریم کے پاک معارف بوجہ مناسبت کُھل جاتے ہیں اور وہ اُن کو شناخت کر لیتا ہے اور سُونگھ لیتا ہے۔ اور اُس کا دل بول اُٹھتا ہے کہ ہاں یہی راہ سچّی ہے۔ اور اُس کا نورِ قلب سچائی کی پرکھ کیلئے ایک عمدہ معیار ہوتا ہے۔ پس جب تک انسان صاحبِ حال نہ ہو اور اِس تنگ راہ سے گزرنے والا نہ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں۔ تب تک مناسب ہے کہ گستاخی اور تکبّر کی جہت سے مفسّر القرآن نہ بن بیٹھے ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہوگی جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْیِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ یعنے جس نے صرف اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی۔ اور اپنے خیال میں اچھی کی۔ تب بھی اُس نے بُری تفسیر کی۔

پانچواں معیار لغت عرب بھی ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اپنے وسائل آپ اِس قدر قائم کر دیئے ہیں کہ چنداں لغات عرب کی تفتیش کی حاجت نہیں ہاں موجب زیادتِ بصیرت بے شک ہے بلکہ بعض اوقات قرآن کریم کے اسرار مخفیہ کی طرف لغت ص۱۷
کھودنے سے توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک بھید کی بات نکل آتی ہے۔

چھٹا معیار روحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لئے سلسلہ جسمانی ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کے دونوں سلسلوں میں بکلّی تطابق ہے۔

ساتواں معیار وحی ولایت اور مکاشفاتِ محدثین ہیں☆ اور یہ معیار گویا تمام

☆ **حاشیہ معیار ہفتم** ۔ سیّد صاحب نے اپنی کسی کتاب میں وحی کو معیار صداقت نہیں ٹھہرایا اور نہ ٹھہرانا چاہتے ہیں اِس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ وحی کو خواہ وہ وحی نبوت ہو یا وحی ولایت نظر عزت ص الف

---

[۱] الواقعة:۸۰

معیاروں پر حاوی ہے کیونکہ صاحب وحی محدثیت اپنے نبی متبوع کا پورا ہمرنگ ہوتا ہے اور **بغیر نبوّت اور تجدید احکام** کے وہ سب باتیں اُس کو دی جاتی ہیں جو نبی کو دی جاتی ہیں اور اُس پر یقینی طور پر سچی تعلیم ظاہر کی جاتی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اُس پر وہ سب امور بطور انعام کرام کے وارد ہو جاتے ہیں جو نبی متبوع پر وارد ہوتے ہیں سو اس کا بیان محض اٹکلیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ دیکھ کر کہتا ہے۔ اور سن کر بولتا ہے اور یہ راہ اس اُمت کیلئے کُھلی ہے

بقیہ حاشیہ۔ سے نہیں دیکھتے بلکہ اُس کو صرف ملکۂ فطرت خیال کرتے ہیں سو اُن کی اِس رائے کی نسبت بھی اِس جگہ کسی قدر بیان کرنا قرین مصلحت ہے سو واضح ہو کہ سیّد صاحب کی یہ بڑی غلط اور سخت فتنہ انداز اور حق سے دُور ڈالنے والی رائے ہے کہ وحی اللہ کو صرف ملکۂ فطرت خیال کرتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کی فطرت میں کئی قسم کے ملکات ہوتے ہیں اور تمام ملکات اس قسم کے ہیں کہ ایک کی طرز اور وضع دوسرے کی طرز اور وضع پر شاہد ہے مثلاً بعض کی فطرت علمِ حساب اور ہندسہ سے ایک مناسبت رکھتی ہے اور بعض کی علم طب سے اور بعض کی علم منطق اور کلام سے لیکن خود بخود یہ استعداد مخفیہ کسی کو محاسب اور مہندس یا طبیب اور منطقی نہیں بنا سکتی بلکہ ایسا شخص تعلیم اُستاد کا محتاج ہوتا ہے اور پھر دانا استاد جب اس شخص کی طبیعت کو ایک خاص علم سے مناسبت دیکھتا ہے تو اُسی کے پڑھنے کی اُس کو رغبت دیتا ہے اسی کے مناسب یہ شعر ہے کہ

ہر کسے را بہر کاری ساختند میل طبعش اندران انداختند

اِس تعلیم یابی کے بعد وہ ملکہ جو تخم کی طرح چھپا ہوا تھا بھڑک اُٹھتا ہے اور طرح طرح کی باریکیاں اُس علم کی اُس کو سُوجھتی ہیں اور جو کچھ اُس فن کے متعلق نئے نئے امور من جانب اللہ اُسکے دل میں پیدا ہوتی ہیں اگر اُن کا الہام اور القا نام رکھیں تو کچھ بعید نہیں ہوتا کیونکہ بلاشبہ وہ تمام عمدہ باتیں جن سے انسانوں کو نفع پہنچتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی جاتی ہیں جیسا کہ **اللہ جلّ شانہ** بھی درحقیقت اسی کی طرف اشارہ فرما کر کہتا ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا[1] یعنے بُری باتیں اور نیک باتیں جو انسانوں کے دلوں میں پڑتی ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی الہام ہوتی ہیں اچھا آدمی اپنی اچھی طبیعت کی وجہ سے اس لائق ہوتا ہے کہ اچھی باتیں اُس کے دل میں پڑیں اور

[1] الشمس : ۹

ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وارث حقیقی کوئی نہ رہے اور ایک شخص جو دنیا کا کیڑا اور دُنیا کے جاہ و جلال اور ننگ و ناموس میں مبتلا ہے وہی وارث علم نبوّت ہو کیونکہ خدا تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے کہ بجز مطہرین کے علم نبوت کسی کو نہیں دیا جائے گا بلکہ یہ تو اس پاک علم سے بازی کرنا ہے کہ ہر ایک شخص باوجود اپنی آلودہ حالت کے وارث النبی ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ بھی ایک سخت جہالت ہے کہ ان وارثوں کے وجود سے انکار کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ

بقیہ حاشیہ : بُرا آدمی اپنی بُری طبیعت کی وجہ سے اِس لائق ٹھہرتا ہے کہ بُری خیالات اور بد اندیشی کی تجویزیں اُس کے دل میں پیدا ہوتی رہیں اور درحقیقت نیک انسان اس قسم کے الہامات کے حاصل کرنے کے لئے فطرتاً ایک نیک ملکہ اپنے اندر رکھتا ہے اور بُرا انسان فطرتاً ایک بُرا ملکہ رکھتا ہے چنانچہ اسی ملکہ فطرتی کی وجہ سے بہت سے لوگ اچھی اور بُری تالیفیں اور پاک اور ناپاک ملفوظات اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا انبیاء کی وحی کی بھی یہی حقیقت ہے کہ وہ بھی درحقیقت ایک ملکہ فطرت ہے جو اس قسم کے القا سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے جس کی تفصیل ابھی بیان ہوئی ہے اگر صرف اتنی ہی بات ہے تو حقیقت معلوم شد کیونکہ انبیاء کی وحی کو صرف ایک ملکہ فطرت قرار دے کر پھر انبیاء اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں میں مابہ الامتیاز قائم کرنا نہایت مشکل ہے۔ شاید سیّد صاحب اِس جگہ یہ فرماویں کہ ہم وحی متلو کے قایل ہیں یعنے قرآن کریم بالفاظ وحی ہے مگر میں سیّد صاحب کی اس حکمت عملی کو خوب سمجھتا ہوں وہ اُس وحی متلو کے ہرگز قایل نہیں جس کے ہم لوگ قایل ہیں ظاہر ہے کہ یوں تو کوئی القا الفاظ کے بغیر نہیں ہوتا اور ایسے معانی جو الفاظ سے مجرد ہوں ذہن میں آ ہی نہیں سکتے لیکن پھر خود قرآن اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں بھی ایک فرق ہے اور اُسی فرق کی بنا پر حدیث کے الفاظ کو اُس چشمہ سے نکلا ہوا اقرار نہیں دیتے جس چشمہ سے قرآن کے الفاظ نکلے ہیں گو عام القا اور الہام کا مفہوم مدّ نظر رکھ کر حدیث کے الفاظ بھی من جانب اللہ ہیں چنانچہ آیت وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى [۲] اِس پر شہادت دے رہی ہے۔ یہ بات تو ہم دوبارہ یاد دلا دیتے ہیں کہ گو کسی قسم کا القا ہو الفاظ ہمیشہ ساتھ ہونگے مثلاً ایک شاعر جو ایک مصرعہ کے لئے دوسرا مصرعہ تلاش کر رہا ہے تو جب اُس کے ذہن پر منجانب اللہ کوئی القا ہوگا تو الفاظ کے ساتھ ہی ہوگا۔

[۲] النجم: ۴، ۵

اسرارِ نبوت کو اب صرف بطور ایک گذشتہ قصّہ کے تسلیم کرنا چاہئے۔ جن کا وجود ہماری نظر کے سامنے نہیں ہے اور نہ ہونا ممکن ہے اور نہ اُن کا کوئی نمونہ موجود ہے۔ بات یوں نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اسلام **زندہ مذہب** نہ کہلا سکتا بلکہ اور مذہبوں کی طرح یہ بھی **مُردہ مذہب**
ص۱۸ ہوتا اور اِس صورت میں اعتقادِ مسئلہ نبوت بھی صرف ایک قصہ ہوتا جس کا گذشتہ قرنوں کی طرف حوالہ دیا جاتا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اسلام کے

بقیہ حاشیہ۔ اب جبکہ یہ بات پختہ طور پر فیصلہ پا گئی کہ حکماء اور عرفاء اور شعراء کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی القا ہوتا ہے اور وہ بھی الہام متلو ہی ہوتا ہے اور اُن میں سے راستبازوں کو راستی کا اور بدوں کو بدی کا ایک ملکہ عطا کیا جاتا ہے اور مناسب حال اُس ملکہ کے وقتاً فوقتاً ان کو الہام ہوتا رہتا ہے
ص ب مثلاً جس نے ریل ایجاد کی اس کو بھی القا ہی ہوا تھا اور جو تار برقی کا موجد گزرا ہے وہ بھی ان معنوں کر کے ملہم ہی تھا تو وہی اعتراض جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں سیّد صاحب پر وارد ہوگا اگر سیّد صاحب یہ جواب دیں کہ درحقیقت نفسِ القا میں تو انبیا اور حکما بلکہ کافر اور مومن برابر ہیں مگر فرق یہ ہے کہ انبیا کا القا ہمیشہ صحیح ہوتا ہے تو ایسے جواب میں سیّد صاحب کو اس بات کا قایل ہونا پڑے گا کہ وحی نبوت کفار کے الہام سے کوئی ذاتی امتیاز نہیں رکھتے صرف یہ زائد امر ہے کہ انبیا کی وحی غلطی سے پاک ہوتی ہے اور ارسطو اور افلاطون وغیرہ حکما کی وحی غلطی سے پاک نہیں تھی لیکن یہ دعویٰ بے دلیل ہے بلکہ سراسر تحکم ہے کیونکہ اِس صورت میں ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ حصّہ کثیر حکماء کے مواعظ اور نصائح اور اخلاقی باتوں کا جو غلطیوں سے پاک اور قرآن کے موافق ہے اُس کو بلاشبہ کلام الٰہی سمجھیں اور فرقان حمید کے برابر قرار دے دیں اور اُس کی وحی متلو ہونے پر ایمان لاویں اور دوسرا حصّہ جس میں غلطی ہو اُس کو اُسی طرح اجتہادی غلطیوں کی مَد میں داخل کر دیں جیسا کہ انبیا سے بھی کبھی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے اور پھر اس اصول کے لحاظ سے ایسے حکما بلکہ کفار کو بھی نبی سمجھ لیں۔

اب ظاہر ہے کہ درحقیقت یہ ایسا خیال ہے کہ قریب ہے کہ سیّد صاحب کا ایمان اُس سے ضایع ہو جائے بلکہ شاید کسی موقعہ پر نیوٹن وغیرہ حکماء کی وحی کو قرآن کی وحی سے اعلیٰ سمجھنے لگیں۔ افسوس کہ اگر سیّد صاحب قرآن کے معنے سمجھنے کے لئے قرآن کو ہی معیار ٹھہراتے تو اِس ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچ جاتے۔ قرآن نے کسی جگہ اپنی وحی کی یہ مثال پیش نہیں کی کہ وہ اُس چشمہ کی مانند ہے کہ جو زمین سے جوش مارتا ہے بلکہ ہر جگہ یہی مثال پیش کی کہ وہ اُس بارش کی مانند ہے کہ جو

زندہ ہونے کا ثبوت اور نبوت کی یقینی حقیقت جو ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں منکرین وحی کو ساکت کر سکے اُسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے کہ سلسلہ وحی برنگ محدثیت ہمیشہ کیلئے جاری رہے۔ سو اُس نے ایسا ہی کیا۔ محدّث وہ لوگ ہیں جو شرف مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں اور اُن کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس سے اشد مشابہت رکھتا ہے۔ اور وہ **خواص عجیبہ نبوّت کے لئے بطور آیات باقیہ کے ہوتے ہیں تا یہ دقیق مسئلہ نزول وحی کا کسی زمانہ میں بے**

بقیہ حاشیہ۔ آسمان سے نازل ہوتی ہے۔

اور اگر سیّد صاحب لکھنے کے وقت کسی صاحب حال سے پوچھ لیتے کہ وحی اللہ کیا شے ہے اور کیونکر نازل ہوتی ہے تو تب بھی اِس لغزش سے بچ جاتے۔ اس ٹھوکر سے سیّد صاحب نے ایک جماعت کثیرہ مسلمانوں کو تباہ کر دیا اور قریب قریب الحاد اور دہریت کے پہنچا دیا اور وحی نبوت کی عزت کو کھو کر اُس فطرتی ملکہ تک محدود کر دیا جس میں کافر اور بے ایمان بھی شریک ہیں۔

اس وقت میں محض لِلّٰہ اپنی ذاتی شہادت سیّد صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں شاید خدا تعالیٰ اُن پر فضل کرے۔ سواے عزیز سیّد مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ یہ بات واقعی صحیح ہے کہ وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاع دیوار پر۔ میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب مکالمہ الٰہیہ کا وقت آتا ہے تو اوّل یک دفعہ مجھ پر ایک ربودگی طاری ہوتی ہے تب میں ایک تبدیل یافتہ چیز کی مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور ہوش گو بگفتن باقی ہوتا ہے مگر اُس وقت میں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاقت نے میرے تمام وجود کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے اور اُس وقت احساس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اُس کے ہاتھ میں ہیں اور جو کچھ میرا ہے اب وہ میرا نہیں بلکہ اُسکا ہے جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو اُس وقت سب سے پہلے خدا تعالیٰ دل کے اُن خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اُس کو منظور ہوتا ہے تب ایک عجیب کیفیت سے وہ خیالات یکے بعد دیگرے نظر کے سامنے آتی ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال مثلاً زید کی نسبت دل میں آیا کہ وہ فلاں مرض سے صحت یاب ہوگا یا نہ ہوگا تو جھٹ اُس پر ایک ٹکڑہ کلام الٰہی کا ایک شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اُس کے گرنے کے ساتھ تمام بدن ہل جاتا ہے پھر وہ مقدمہ طے ہو کر دوسرا خیال سامنے آتا ہے ادھر وہ خیال نظر کے سامنے کھڑا ہوا اور ادھر ساتھ ہی ایک ٹکڑہ الہام کا اُس پر گرا جیسا کہ ایک تیر انداز ہر یک شکار کے نکلنے پر تیر مارتا جاتا ہے اور عین اُس وقت میں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ خیالات کا ہماری ملکہ فطرت سے پیدا ہوتا ہے اور کلام جو

ثبوت ہو کر صرف بطور قصّہ کے نہ ہو جائے اور یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام دُنیا سے بے وارث ہی گذر گئے اور اب اُن کی نسبت کچھ رائے ظاہر کرنا بجز قصّہ خوانی کے اور کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک صدی میں ضرورت کے وقت اُن کے وارث پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس صدی میں یہ عاجز ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو اِس زمانہ کی اصلاح کیلئے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کی نکل نہیں سکتی تھیں وہ مسلمانوں

بقیہ حاشیہ۔ اُس پر گرتا ہے وہ اوپر سے نازل ہوتا ہے اگرچہ شعراء وغیرہ کو بھی سوچنے کے بعد القا ہوتا ہے مگر اس وحی کو اُس سے مناسبت دینا سخت بے تمیزی ہے کیونکہ وہ القا خوض اور فکر کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اور ہوش وحواس کی قایمی اور انسانیت کی حد میں ہونے کی حالت میں ظہور کرتا ہے لیکن یہ القا صرف اُس وقت ہوتا ہے کہ جب انسان اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کے تصرف میں آ جاتا ہے اور اپنا ہوش اور اپنا خوض کسی طور سے اُس میں دخل نہیں رکھتا اُسوقت زبان ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا یہ اپنی زبان نہیں اور ایک دوسری زبردست طاقت اس سے کام لے رہی ہے۔ اور یہ صورت جو میں نے بیان کی ہے اس سے صاف سمجھ میں آ جاتا ہے کہ فطرتی سلسلہ کیا چیز ہے اور آسمان سے کیا نازل ہوتا ہے۔ بالآخر میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اِس منحوس نیچریت کو مسلمانوں کے دلوں سے ایسا دھو دیوے کہ کوئی داغ اُس کا باقی نہ رہے کیونکہ اسلام کی برکتیں جس آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں وہ آنکھ تب تک نہیں کھلے گی جب تک کہ یہ دُخان آگے سے دُور اور دفع نہیں ہوگا۔

اے نیچر شوخ اِین چہ ایذاست | از دست تو فتنہ ہر طرف خاست
آن کس کہ رہِ کجت پسندید | دیگر نگزید جانبِ راست
لیکن چو زِ غور و فکر بینم | از ماست مصیبتے کہ بر ما است
متروک شد است درسِ فرقان | زان روز ہجوم این بلاہا است
نیچر نہ باصل خویش بد بُود | دین گم شُد و نُورِ عقل ہا کاست
برقطرہ نگون شدند یک بار | رو تافتہ زان طرف کہ دریا است
برجنت و حشر و نشر خندند | کین قصّہ بعید از خرَدہا است
چون ذِکر فرشتگان بیائد | گویند خلافِ عقل دانا است
اے سیّد سرگروہ این قوم | ہُشدار کہ پائے تو نہ بر جا است

کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے اور اسلام کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کی جائے سو یہی ہو رہا ہے قرآن کریم کے معارف ظاہر ہو رہے ہیں۔ لطائف اور دقائق کلام ربّانی کُھل رہے ہیں نشان آسمانی اور خوارق ظہور میں آ رہے ہیں اور اسلام کے حُسنوں اور نوروں اور برکتوں کا خدا تعالیٰ صـ۱۹
نئے سرے سے جلوہ دکھا رہا ہے جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہیں دیکھے اور جس میں سچا جوش ہے وہ طلب کرے اور جس میں ایک ذرّہ حبّ اللہ اور رسول کریم کی ہے وہ اُٹھے اور آزمائے اور خدا تعالیٰ کی اس پسندیدہ جماعت میں داخل ہووے جس کی بنیادی اینٹ اُس نے اپنے پاک ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اب وحی ولائت کی راہ مسدود ہے اور نشان ظاہر نہیں ہو سکتے اور دُعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ ہلاکت کی راہ ہے۔ نہ سلامتی کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل کو ردّ مت کرو اُٹھو آزماؤ اور پرکھو پھر اگر یہ پاؤ کہ معمولی سمجھ اور معمولی عقل اور معمولی باتوں کا انسان ہے تو قبول نہ کرو۔ لیکن اگر کرشمہ قدرت دیکھو اور اُسی ہاتھ کی چمک پاؤ جو مؤیدانِ حق اور مکلمانِ الٰہی میں ظاہر ہوتا رہا ہے تو قبول کرلو اور یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان یہی ہے کہ وہ اسلام کو مُردہ مذہب رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہمیشہ یقین اور معرفت اور الزام خصم کے طریقوں کو کُھلا

بقیہ حاشیہ :

پِیرانہ سَر این چہ در سر افتاد — رو توبہ کُن ایں نہ راہِ تقواست
تَرسم کہ بدیں قیاس یک روز — گوئی کہ خدا خیال بیجا است
اے خواجہ برو کہ فکر انسان — درکارِ خدا ز نوع سودا است
آخر ز قیاس ہا چہ خیزد — بنشین کہ نہ جائے شور و غوغا است
اے بندہ بصیرت از خدا خواہ — اسرار خدا نہ خوان یغما است

رکھنا چاہتا ہے۔ بھلا تم آپ ہی سوچو کہ اگر کوئی وحی نبوّت کا منکر ہو اور یہ کہے کہ ایسا خیال تمہارا سراسر وہم ہے تو اُس کے مونہہ بند کرنے والی بجز اس کے نمونہ دکھلانے کے اور کونسی دلیل ہوسکتی ہے۔ کیا یہ خوشخبری ہے یا بدخبری۔ کہ آسمانی برکتیں صرف چند سال اسلام میں رہیں۔ اور پھر وہ خشک اور مُردہ مذہب ہوگیا۔ اور کیا ایک سچّے مذہب کے لئے یہی علامتیں ہونی چاہئیں!!!

غرض صحیح تفسیر کے لئے یہ معیار ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ سیّد صاحب کی تفسیر ان ساتوں معیاروں سے اپنے اکثر مقامات میں محروم و بےنصیب ہے۔ اور اس وقت اس سے تعرض کرنا ہمارا مقصود نہیں سیّد صاحب کو قانون قدرت پر بڑا ہی ناز تھا۔ مگر ص۲۰
اپنی تفسیر میں وہ قانون قدرت کا لحاظ بھی چھوڑ گئے۔ مثلاً اُن کا یہ اعتقاد کہ وحی نبوت بجز اپنے ہی فطرت کے ملکہ کے اور کچھ چیز نہیں اور اس میں اور خدا تعالیٰ میں ملائکہ کا واسطہ نہیں۔ کس قدر خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے مخالف ہے۔ ہم صریح دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے جسمانی قویٰ کی تکمیل کے لئے آسمانی توسط کے محتاج ہیں۔ ہمارے اس بدنی سلسلہ کے قیام اور اغراض مطلوبہ تک پہنچانے کے لئے خدا تعالیٰ نے آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں اور عناصر کو ہمارے لئے مسخر کیا ہے۔ اور کئی وسائط کے پیرایہ میں ہوکر اس علت العلل کا فیض ہم تک پہنچتا ہے اور بے واسطہ ہرگز نہیں پہنچتا۔ مثلاً اگرچہ ہماری آنکھوں کو تو نور خداوند تعالیٰ ہی سے ملتا ہے کیونکہ وہی تو علت العلل ہے۔ مگر وہ آفتاب کے واسطے سے ہماری آنکھوں تک پہنچتا ہے ہم ایک چیز بھی نظام ظاہری میں ایسی نہیں دیکھتے جسکو خدا تعالیٰ بلا واسطہ آپ ہی اپنا مبارک ہاتھ لمبا کر کے ہمیں دیدے۔ بلکہ ہر ایک چیز وسائط کے ذریعہ سے ہی ملتی ہے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے ظاہری قُویٰ کی خلقت تام نہیں ہے یعنے ایسا نہیں ہے کہ مثلاً مستقل طور پر روشن ہوں اور آپ کے مجوزہ ملکہ وحی کی طرح ایسا اُن میں

ملکہ موجود ہو جو آفتاب کے واسطہ سے ہم کو مستغنی کر دے۔ پھر اس نظام کے برخلاف بے اصل باتیں آپ کی کیونکر صحیح ٹھہر سکیں۔ ماسوا اس کے ذاتی تجارب کی شہادت جو سب شہادتوں سے بڑھ کر ہے آپ کی اِس رائے کی سخت تکذیب کرتی ہے کیونکہ یہ عاجز قریباً گیارہ برس سے شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہے اور اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ وحی درحقیقت آسمان سے ہی نازل ہوتی ہے۔ وحی کی مثال اگر دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کے ساتھ دی جائے۔ تو شاید کسی قدر تار برقی سے مشابہ ہے جو اپنے ہر یک تغیر کی آپ خبر صــ۲۱ دیتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ تصرف ایسا قوی ہوتا ہے کہ مجھ کو اپنے انوار میں ایسا دبا لیتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اس کی طرف ایسا کھینچا گیا ہوں کہ میری کوئی قوّت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس تصرف میں کھلا اور روشن کلام سُنتا ہوں۔ بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں☆ اور سچائی میں جو اثر اور ہیبت ہوتی ہے مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور وہ کلام بسا اوقات غیب کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ایسا تصرف اور اخذ خارجی ہوتا ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ اب اس سے انکار کرنا ایک کھلی کھلی صداقت کا خون کرنا ہے۔

مناسب ہے کہ سیّد صاحب موت سے پہلے اس صداقت کو آج مان لیں۔ اور آسمانی وحی کی توہین نہ کریں۔

تعجب ہے کہ وہ نظام ظاہری کو تو دیکھتے ہیں اور پھر نظام باطنی کا اس پر قیاس نہیں کرتے۔ نہیں سمجھتے کہ وہ خدا جس نے ہمارے نظام جسمانی کو اس طرح بنایا کہ آسمان سے

☆ نوٹ:۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ ملایک بعض وقت نظر آتے ہیں بلکہ بسا اوقات ملایک کلام میں اپنا واسطہ ہونا ظاہر کر دیتے ہیں۔ منہ

ظاہری روشنی ہمارے لئے اُترتی ہے اور حقیقی مؤثر آسمانی وسائط کے ذریعہ سے ہمارے جسمانی قویٰ پر اپنا فیض نازل کرتا ہے۔ اور بغیر واسطہ علل کے کوئی فیض نازل کرنا اس کی عادت ہی نہیں۔ تو پھر کیونکر وہ خدا ہمارے روحانی نظام میں اس سلسلہ وسائط سے بالکل ہم کو منقطع کر دیوے۔ کیا جسمانی طور سے ہم اس سلسلہ سے منقطع ہیں۔ یا درحقیقت ایک سلسلہ وسائط میں بندھے ہوئے ہیں جو علت العلل سے شروع ہو کر ہم تک پہنچتا ہے۔ اس بحث پر غور کرنے کے لئے ہماری
کتاب توضیح مرام اور آئینہ کمالات اسلام دیکھنے چاہئے خاص کر فرشتوں کی ضرورت ص۲۲
میں جس قدر مبسوط بحث آئینہ کمالات اسلام میں ہے اس کی نظیر کسی دوسری کتاب میں نہیں پاؤ گے۔ اور سیّد صاحب کی خداشناسی کا اندازہ معلوم کرنے کے لئے یہ اُن کے اقوال کافی ہیں کہ وہ مخلوقات کو مقدّر حقیقی کے تصرفوں اور حکومتوں سے بے نیاز کر بیٹھے ہیں۔ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کی خدائی اُس کی قدرت کاملہ سے وابستہ ہے۔ اور قُدرت اِسی کا نام ہے کہ اُس کے تصرفات اُس کی مخلوقات پر ہر آن غیر محدود ہوں۔ بلاشبہ یہ سچ ہے کہ اگر اس مخلوقات کو اُس نے پیدا کیا ہے تو اپنی غیر محدود ذات کی طرح غیر محدود تصرفات کی گنجائش بھی رکھ لی ہوگی۔ تا کسی
درجہ پر اُس کی خدائی کا تعطّل لازم نہ آوے☆ اور اگر نعوذ باللہ آریہ ہندوؤں کا قول صحیح ہے کہ ص۲۳

☆**حاشیہ:**۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس بات کے ماننے سے کہ خدا تعالیٰ کی غیر متناہی حکمت استحالات غیر متناہیہ پر قادر ہے۔ حقائق اشیاء سے امان اٹھ جاتا ہے۔ مثلاً اگر خدا تعالیٰ اس بات پر قادر سمجھا جائے کہ پانی کی صورت نوعیہ کو سلب کر کے ہوا کی صورت نوعیہ اس جگہ رکھ دے یا ہوا کی صورت نوعیہ کو سلب کر کے آگ کی صورت نوعیہ اُس کی قایم مقام کر دے یا آگ کی صورت نوعیہ کو سلب کر کے اُن مخفی اسباب سے جو اُس کے علم میں ہیں پانی کی صورت نوعیہ میں لے آوے یا مٹی کو کسی زمین کی تہ میں تصرفات لطیفہ سے سونا بنا دے یا سونے کو مٹی بنا دے تو اس سے امان اُٹھ جائے گا اور علوم وفنون ضایع ہو جائیں گے۔
تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال سراسر فاسد ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی مخفی

پرمیشور ارواح اور ذرات عالم کا پیدا کرنے والا نہیں تو اس صورت میں بلاشُبہ ایسا کمزور پرمیشور کسی حد تک کچھ ضعیف سی حکومت کر کے پھر ٹھہر جائے گا۔ اور ایک رسوائی کے ساتھ اُس کی پردہ دری ہوگی۔ مگر ہمارا خداوند قادر مطلق ایسا نہیں ہے۔ وہ تمام ذرات عالم اور ارواح اور جمیع مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے۔ اُس کی قدرت کی نسبت اگر کوئی سوال کیا جائے تو بجز اُن خاص باتوں کے جو اُسکی صفات کاملہ اور **مواعید صادقہ** کے منافی ہوں۔ باقی سب امور پر وہ

بقیہ حاشیہ : حکمتوں کے تصرف سے عناصر وغیرہ کو صدہا طور کے استحالات میں ڈالتا رہتا ہے ایک زمین کو ہی دیکھو کہ وہ انواع اقسام کے استحالات سے کیا کچھ بنتی رہتی ہے اُسی سے سم الفار نکل آتا ہے اور اُسی سے فاذ زہر اور اُسی سے سونا اور اُسی سے چاندی اور اُسی سے طرح طرح کے جوہرات اور ایسا
ص۲۳ ہی بخارات کا صعود ہو کر کیا کیا چیزیں ہیں جو جوّ آسمان میں پیدا ہو جاتی ہیں اُنہیں بخارات میں سے برف گرتی ہے اور اُنہیں سے اولے بنتے ہیں اور اُنہیں میں سے برق اور اُنہیں میں سے صاعقہ اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ کبھی جوّ آسمان سے راکھ بھی گرتی ہے تو کیا ان حالات سے علم باطل ہو جاتے ہیں یا امان اُٹھ جاتا ہے۔

اور اگر یہ کہو کہ ان چیزوں میں تو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے اُن کی فطرت میں ان تمام استحالات کا مادہ رکھا ہے تو ہمارا یہ جواب ہوگا کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا ہے کہ اشیاء متنازعہ فیہا میں ایسا مادّہ منتشر کہ نہیں رکھا گیا بلکہ صحیح اور سچا مذہب تو یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو اپنی ذات میں واحد ہے تمام اشیاء کو شے واحد کی طرح پیدا کیا ہے تا وہ موجد واحد کی وحدانیت پر دلالت کریں سو خدا تعالیٰ نے اسی وحدانیت کے لحاظ سے اور نیز اپنی قدرت غیر محدودہ کے تقاضا سے استحالات کا مادہ ان میں رکھا ہے اور بجز اُن روحوں کے جو اپنی سعادت اور شقاوت میں
خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا[1] کے مصداق ٹھہرائے گئے ہیں اور وعدہ الٰہی نے ہمیشہ کے لئے ایک غیر متبدل خلقت اُن کے ص۲۴
لئے مقرر کر دی ہے باقی کوئی چیز مخلوقات میں سے استحالات سے بچی ہوئی معلوم نہیں ہوتی بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو ہر وقت ہر یک جسم میں استحالہ اپنا کام کر رہا ہے یہاں تک کہ علم طبعی کی تحقیقاتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تین برس تک انسان کا جسم بدل جاتا ہے اور پہلا جسم ذرّات ہو کر اُڑ جاتا ہے۔ مثلاً اگر پانی ہے یا آگ ہے تو وہ بھی استحالہ سے خالی نہیں اور دو طور کے استحالے اُن پر حکومت کر رہے ہیں ایک یہ کہ

---

[1] الجنّ : ۲۴

قادر ہے اور یہ بات کہ گو وہ قادر ہو مگر کرنا نہیں چاہتا یہ عجیب بے ہودہ الزام ہے جب کہ اُس کی صفات میں كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ[1] بھی داخل ہے۔ **اور ایسے تصرفات کہ پانی سے برودت دور کرے۔ یا آگ سے خاصیت احراق زائل کر دیوے اُس کی صفات کاملہ اور مواعید**
صادقہ کی منافی نہیں ہیں تو پھر کیوں تحکم کی راہ سے کہا جائے کہ ہمیشہ کے لئے اُس پر لازم ہو گیا صـ۲۴
ہے کہ اُن چیزوں کی خاصیت میں کبھی تصرف نہ کرے!!! اس لزوم پر دلیل کیا ہے۔ اور وجہ

بقیہ حاشیہ : بعض اجزا نکل جاتے ہیں اور بعض اجزا جدیدہ آ ملتے ہیں دوسرے یہ کہ جو اجزا نکل جاتے ہیں وہ اپنی استعداد کے موافق دوسرا جنم لے لیتے ہیں غرض اس فانی دنیا کو استحالات کے چرخ پر چڑھائے رکھنا خدا تعالیٰ کی ایک سنت ہے اور ایک باریک نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں بوجہ وحدت مبدء فیض اپنی اصل ماہیت میں ایک ہی ہیں گو ان چیزوں کا کامل کیمیا گر انسان نہیں بن سکتا اور کیونکر بنے حکیم مطلق نے اپنے اسرار حکمیہ غیر متناہیہ پر کسی دوسرے کو محیط نہیں کیا۔ اور اگر یہ کہو کہ اجرام
علوی میں استحالات کہاں ہیں تو میں کہتا ہوں کہ بیشک اُن میں بھی استحالات اور تحلیلات کا مادہ ہے گو ہمیں صـ۲۵
معلوم نہ ہو تبھی تو ایک دن زوال پذیر ہو جائیں گے ماسوا اسکے ہزارہا چیزوں کے استحالات پر نظر ڈال کر ثابت ہوتا ہے کہ کوئی چیز استحالہ سے خالی نہیں سو تم پہلے زمین کے استحالات سے انکار کر لو پھر آسمان کی بات کرنا۔

تو کار زمیں را نکو ساختی　　　کہ با آسمان نیز پرداختی

غرض جب انواع اقسام کے استحالات ہر روز مشاہدہ میں آتے ہیں اور وحدت ذاتی الٰہی کا یہ تقاضا بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام چیزوں کا منبع اور مبدء ایک ہو اور خدا تعالیٰ کی الوہیت تامہ بھی تبھی قائم رہ سکتی ہے کہ جب ذرہ ذرہ پر اُس کا تصرف تام ہو تو پھر یہ استبعاد اور یہ اعتراض کہ ان استحالات سے امان اُٹھ جائے گا اور علوم ضائع ہوں گے اگر سخت غلطی نہیں تو اور کیا ہے اور ہم جو کہتے ہیں کہ **اللہ جلّ شانہ** قادر ہے کہ پانی سے آگ کا کام لیوے یا آگ سے پانی کا کام تو اِس سے یہ مطلب تو نہیں کہ اپنی حکمت غیر متناہی کو اُس میں دخل نہ دے یوں ہی تحکم سے کام لے لیوے کیونکہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل آمیزش حکمت سے خالی نہیں اور نہ ہونا چاہئے بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ جس وقت وہ پانی سے آگ کا کام یا

[1] الرحمن: ۳۰

کیا۔اور خدا تعالیٰ کو اس بے وجہ التزام کی جو اُس کی خدائی کو بھی داغ لگاتا ہے ضرورت کیا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ میں سیّد صاحب بھی اس کمزور خیال کے بودے پن کو سمجھ گئے ہیں اس لئے اپنے رکیک قول کے قائم رکھنے کے لئے اُنہوں نے ایک اور رکیک عُذر پیش کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی جگہ آگ کے گرم ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور کسی جگہ پانی کے سَرد ہونے کی طرف ایما فرمایا ہے۔اور کبھی کہا

بقیہ حاشیہ : آگ سے پانی کا کام لینا چاہے تو اُس وقت اپنی اُس حکمت کو کام میں لائے گا جو اس عالم کے ذرہ ذرہ پر حکومت رکھتی ہے گو ہم اُس سے مطلع ہوں یا نہ ہوں اور ظاہر ہے کہ جو حکمت کے طور پر کام ہو وہ علوم کو ضائع نہیں کرتا بلکہ علوم کی اُس سے ترقی ہوتی ہے دیکھو مصنوعی طور پر پانی کی برف بنائی جاتی ہے یا برقی روشنی پیدا کی جاتی ہے تو کیا اس سے امان اٹھ جاتا ہے یا علم ضائع ہو جاتے ہیں۔ ص۲۶

اِس جگہ ایک اور سِرّ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اولیا سے جو خوارق کبھی اس قسم کے ظہور میں آتے ہیں کہ پانی اُن کو ڈبو نہیں سکتا اور آگ اُن کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اُس میں بھی دراصل یہی بھید ہے کہ حکیم مطلق جس کی بے انتہا اسرار پر انسان حاوی نہیں ہوسکتا اپنے دوستوں اور مقربوں کی توجّہ کے وقت کبھی یہ کرشمہ قدرت دکھلاتا ہے کہ وہ توجّہ عالم میں تصرف کرتی ہے اور جن ایسے مخفی اسباب کے جمع ہونے سے مثلاً آگ کی حرارت اپنے اثر سے رُک سکتی ہے خواہ وہ اسباب اجرام علوی کی تاثیریں ہوں یا خود مثلاً آگ کی کوئی مخفی خاصیت یا اپنے بدن کی ہی کوئی مخفی خاصیت یا ان تمام خاصیتوں کا مجموعہ ہو وہ اسباب اُس توجّہ اور اُس دعا سے حرکت میں آتی ہیں تب ایک امر خارق عادت ظاہر ہوتا ہے مگر اس سے حقائق اشیاء کا اعتبار نہیں اُٹھتا اور نہ علوم ضائع ہوتے ہیں بلکہ یہ تو علوم الٰہیہ میں سے خود ایک علم ہے اور یہ اپنے مقام پر ہے اور مثلاً آگ کا محرق بالخاصیت ہونا اپنے مقام پر بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ روحانی مواد ہیں جو آگ پر غالب آ کر اپنا اثر دکھاتے ہیں اور اپنے وقت اور محل سے خاص ہیں۔ اس دقیقہ کو دُنیا کی عقل نہیں سمجھ سکتی کہ انسان کامل خدا تعالیٰ کے روح کا جلوہ گاہ ہوتا ہے اور جب کبھی کامل انسان پر ایک ایسا وقت آ جاتا ہے کہ وہ اُس جلوہ کا ص۲۷
عین وقت ہوتا ہے تو اُس وقت ہر یک چیز اُس سے ایسی ڈرتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ سے اُس

ہے کہ سُورج مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے۔تو یہ بیانات جو حالات موجودہ کے
اظہار کے لئے ہیں سیّد صاحب کی نظر میں بطور وعدہ کے ہیں۔ جن میں تغییر تبدیل ممکن نہیں ص۲۵
اگر استخراجِ دلائل کا یہی طریق ہے تو سیّد صاحب پر بڑی مشکل پڑے گی اور اُن کو ماننا
پڑے گا کہ تمام بیانات قرآن کریم کے مواعید میں داخل ہیں۔مثلاً خدا تعالیٰ نے جو حضرت
زکریا کو بشارت دیکر فرمایا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ [1] تو بموجب قاعدہ سیّد صاحب کے چاہیئے
تھا کہ حضرت یحیی ہمیشہ غلام یعنے لڑکے ہی رہتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت یحیی کو
غلام کر کے پکارا ہے۔اور یہ وعدہ ہو گیا۔ایسی ہی اور بیسوں مثالیں ہیں سب کو بیان کرنا
صرف وقت ضایع کرنا ہے۔اگر سیّد صاحب کی نظر میں واقعات موجودہ کے بیان کرنے

بقیہ حاشیہ: وقت اُس کو درندہ کے آگے ڈال دو آگ میں ڈال دو وہ اُس سے کچھ بھی نقصان نہیں اٹھائے گا کیونکہ اُس وقت خدا تعالیٰ کی روح اُس پر ہوتی ہے اور ہر یک چیز کا عہد ہے کہ اُس سے ڈرے یہ معرفت کا ایک اخیری بھید ہے جو بغیر صحبت کاملین سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ چونکہ یہ نہایت دقیق اور پھر نہایت درجہ نادر الوقوع ہے اس لئے ہر ایک فہم اس فلاسفی سے آگاہ نہیں مگر یاد رکھو کہ ہر یک چیز خدا تعالیٰ کی آواز سنتی ہے ہر یک چیز پر خدا تعالیٰ کا تصرف ہے اور ہر یک چیز کی تمام ڈوریاں خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اُس کی حکمت ایک بے انتہا حکمت ہے جو ہر یک ذرہ کی جڑھ تک پہنچی ہوئی ہے اور ہر یک چیز میں اتنی ہی خاصیتیں ہیں جتنی اُس کی قدرتیں ہیں جو شخص اس بات پر ایمان نہیں لاتا وہ اُس گروہ میں داخل ہے جو مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ [2] کے مصداق ہیں۔اور چونکہ انسان کامل مظہر اتم تمام عالم کا ہوتا ہے اس لئے تمام عالم اُس کی طرف وقتاً فوقتاً کھینچا جاتا ہے وہ روحانی عالم کا ایک عنکبوت ہوتا ہے اور تمام عالم اُس کی تاریں ہوتی ہیں اور خوارق کا یہی سرّ ہے۔

بر کاروبار ہستی اثری ست عارفاں را　　زجہاں چہ دید آنکس کہ ندید ایں جہاں را

منہ

[1] مریم:۸ [2] الانعام:۹۲

سے آئندہ کے لئے اور ہمیشہ کے لئے کوئی وعدہ لازم آجاتا ہے تو اُن سے ڈرنا چاہیئے کہ ایسا
ہی وہ بات بات میں انسانوں پر الزام لگائیں گے۔ اور ایک موجودہ واقعہ کے بیان کرنے کو
وہ ایک دائمی وعدہ سمجھ لیں گے۔ میرے نزدیک بہتر ہے کہ سیّد صاحب اپنے آخری دن کو صـ۲۶
یاد کر کے چند ماہ اس عاجز کی صحبت میں رہیں۔ اور **چونکہ میں مامور ہوں اور مبشّر ہوں** اس
لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ سیّد صاحب کے اطمینان کے لئے توجّہ کروں گا۔ اور اُمید رکھتا
ہوں کہ خدا تعالیٰ کوئی ایسا نشان دکھلائے کہ سیّد صاحب کے مجوزہ قانون قُدرت کو ایک دم
میں خاک میں ملا دیوے اور اس قسم کے کام اب تک بہت ظہور میں آئے ہیں کہ جو سیّد
صاحب کی نظر میں قانون قدرت کے مخالف ہیں۔ مگر اُن کا بیان کرنا بے فائدہ ہے کہ
سیّد صاحب اُس کو ایک قصّہ سمجھیں گے۔ سیّد صاحب وحی ولایت کی ایسی پیشگوئیوں سے
بھی تو منکر ہیں جو بذریعہ الہام اولیاء اللہ کو معلوم ہوتے ہیں۔ اور اُن کی نظر میں وہ ایسی ہی
خلافِ قانون قدرت ہیں جیسا کہ آگ کا اپنی خاصیتِ احراق کو چھوڑ دینا۔ ایسا ہی دُعا کی صـ۲۷
ذاتی تاثیرات بھی جن کے ذریعہ سے وہ مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کیلئے دُعا کی گئی۔
سیّد صاحب کی نظر میں خلاف قانون قدرت ہیں۔ سو اگر سیّد صاحب میرے پاس آنہیں
سکتے تو ان دونوں باتوں میں ہی وعدہ قبولِ حق کر کے مجھ کو اجازت دیں کہ اُن کی نسبت
جناب الٰہی میں توجّہ کر کے جو کچھ ظاہر ہو وہ شائع کروں اس سے عام لوگوں کو فائدہ ہو جائیگا۔
اگر سیّد صاحب کی رائے درحقیقت درست ہے تو میں اپنے مطلب میں کامیاب نہیں
ہوں گا۔ ورنہ عقلمند لوگ سیّد صاحب کے خراب عقیدوں سے نجات پا کر پھر اپنے عظیم الشان
خدا تعالیٰ کو پہچان لیں گے۔ اور محبت سے اُس کی طرف رجوع کریں گے۔ اور دُعا کے وقت
اُس کی رحمتوں سے نا اُمید نہیں ہونگے۔ اور ہاتھ اُٹھانے کے وقت لذّت اُٹھائینگے۔ اور خدا صـ۲۸
تعالیٰ کے وجود کا فائدہ بھی تو یہی ہے کہ ہماری دُعائیں سُنے اور آپ اپنے وجود سے ہمیں خبر

دے۔ نہ کہ ہم ہزار ہزار تکلیف سے ایک بُت کی طرح ایک فرضی خدا دل میں قائم کریں۔ جس کی ہم آواز نہیں سُن سکتے۔ اور اُس کی نمایاں قدرت کا کوئی جلوہ نہیں دیکھ سکتے۔ یقیناً سمجھو کہ وہ قادر خدا موجود ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ **وما غلت ایدیہ بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء و یفعل مایرید. و ھو علی کل شیء قدیر. واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.**

رُوئے دلبر از طلبگاراں نمی دارد حجاب　　می درخشد در خور و می تابد اندر ماہتاب
لیکن آں روئے حَسِین از غافلاں ماند نہاں　　عاشقی باید کہ بردارند از بہرش نقاب
دامنِ پاکش زِنَخُوت ہا نمی آید بَدَست　　ہیچ راہی نیست غَیر از عجز و دردو اِضطراب
بس خطرناک است راہِ کُوچۂ یارِ قدیم　　جاں سلامت بایدت از خودروی ہا سرِ بتاب
تا کلامش فہم و عقلِ ناسزایاں کم رَسَد　　ہر کہ از خود گم شود او یابداں راہِ صواب
مشکلِ قرآں نہ از ابناء دُنیا حل شود　　ذوق آں می داند آں مستی کہ نوشد آں شراب
اَیکہ آگاہی ندادندت ز انوارِ دروں　　درحقِ ما ہرچہ گوئی نیستی جائے عتاب
از سرِ وعظ و نصیحت ایں سخن ہا گفتہ ایم　　تا مگر زیں مرہمی بہ گردد آں زخمی خراب
از دعا کن چارۂ آزارِ انکارِ دُعا　　چون علاجِ می زمی وقتِ خُمار و اِلتہاب
اَیکہ گوئی گر دُعاہا را اثر بودی کجاست　　سوئے من بشتاب بنمائیم ترا چون آفتاب
ہان مکن انکار زین اسرار قدرت ہائے حق　　قِصہ کوتہ کن بہ بین از ما دُعائے مستجاب

دیکھو صفحہ ۲۔۳۔۴ سرورق

ص۲۹ اِس کوغور سے پڑھو کہ اس میں آپ لوگوں کے لئے خوشخبری ہے

بخدمت امراءورئیسان ومُنعمان ذی مقدرت ووالیان اربابِ حکومت ومنزلت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اے بزرگانِ اسلام خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں تمام فرقوں سے بڑھ کر نیک ارادے پیدا کرے اور اس نازک وقت میں آپ لوگوں کو اپنے پیارے دین کا سچا خادم بناوے میں اس وقت محض لِلّٰہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے **مامور** کرکے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں **قرآن** کی خوبیاں اور حضرت **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں سو یہ کام برابر دس[۱] برس سے ہو رہا ہے لیکن چونکہ وہ تمام ضرورتیں جو ہم کو اشاعتِ اسلام کیلئے درپیش ہیں بہت سی مالی امدادات کے محتاج ہیں اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ بطور تبلیغ آپ صاحبوں کو اطلاع دوں سو سنو اے عالیجاہ بزرگو۔ ہمارے لئے اللہ جلّ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی راہ میں یہ مشکلات درپیش ہیں کہ ایسی تالیفات کے لئے

جو لاکھوں آدمیوں میں پھیلانی چاہیئے بہت سے سرمایہ کی حاجت ہے اور اب صورت یہ ہے
صفحہ ۳۰ کہ اوّل تو ان بڑے بڑے مقاصد کے لئے کچھ بھی سرمایہ کا بندوبست نہیں اور اگر بعض
پُر جوش مردانِ دین☆ کی ہمت اور اعانت سے کوئی کتاب تالیف ہو کر شایع ہو تو بباعث کم
توجہی اور غفلت زمانہ کے وہ کتاب بجز چند نسخوں کے زیادہ فروخت نہیں ہوتے اور اکثر
نسخے اس کے یا تو سالہا سال صندوقوں میں بندر ہتے ہیں یا للّٰہ مفت تقسیم کئے جاتے ہیں اور
اس طرح اشاعتِ ضروریاتِ دین میں بہت سا حرج ہو رہا ہے اور گو خدا تعالیٰ اس جماعت
کو دن بدن زیادہ کرتا جاتا ہے مگر ابھی تک ایسے دولتمندوں میں سے ہمارے ساتھ کوئی بھی
نہیں کہ کوئی حصّہ معتدبہ اس خدمتِ اسلام کا اپنے ذمہ لے لے اور چونکہ یہ عاجز خدا تعالیٰ
سے مامور ہو کر تجدید دین کے لئے آیا ہے اور مجھے اللہ جلّ شانہٗ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے
کہ وہ بعض امرا اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کرے گا اور مجھے اُس نے فرمایا کہ میں
تجھے برکت پر برکت دُونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو
اسی بنا پر آج مجھے خیال آیا کہ میں ارباب دولت اور مقدرت کو اپنے کام کی نصرت کے لئے
تحریک کروں۔

اور چونکہ یہ دینی مدد کا کام ایک عظیم الشان کام ہے اور انسان اپنے شکوک اور
شبہات اور وساوس سے خالی نہیں ہوتا اور بغیر شناخت وہ صدق بھی پیدا نہیں ہوتا جس سے
ایسی بڑی مددوں کا حوصلہ ہو سکے اس لئے میں تمام امرا کی خدمت میں بطور عام اعلان کے

☆ پُر جوش مردانِ دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ہیں جنہوں نے گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لٹا دیا ہے۔ اور بعد ان کے میرے دلی دوست حکیم فضل الدین صاحب اور نواب محمد علی خانصاحب کوٹلہ مالیر اور درجہ بدرجہ تمام وہ مخلص دوست ہیں جو اس راہ میں فدا ہو رہے ہیں۔ منہ

لکھتا ہوں کہ اگر اُن کو بغیر آزمائش ایسی مدد میں تامل ہو تو وہ اپنے بعض مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ تا میں اُن مقاصد کے پورے ہونے کے لئے دعا کروں۔ مگر اس بات کو تصریح سے لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب کے پورا ہونے کے وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی مدد دیں گے اور کیا اُنہوں نے اپنے دلوں میں پختہ صــــ۳۱ اور حتمی وعدہ کرلیا ہے کہ ضرور وہ اس قدر مدد دینگے اگر ایسا خط☆ کسی صاحب کی طرف سے مجھ کو پہنچا تو میں اُسکے لئے دُعا کرونگا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ بشرطیکہ تقدیر مبرم نہ ہو ضرور خدا تعالیٰ میری دُعا سُنے گا اور مجھ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دے گا۔ اس بات سے نومید مت ہو کہ ہمارے مقاصد بہت پیچیدہ ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے بشرطیکہ ارادہ ازلی اُس کے مخالف نہ ہو۔ اور اگر ایسے صاحبوں کی بہت سی درخواستیں آئیں تو صرف اُنکو اطلاع دی جائے گی جن کے کشودکار کی نسبت از جانب حضرت عزّ وجل خوشخبری ملے گی۔ اور یہ امور منکرین کیلئے نشان بھی ہونگے اور شاید یہ نشان اس قدر ہو جائیں کہ دریا کی طرح بہنے لگیں۔ بالآخر میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتًا کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں اور مجھے خدا تعالیٰ نے علم قرآن بخشا ہے اور حقایق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں سو میری طرف آؤ تا اُس نعمت سے تم بھی حصّہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے

☆ چاہیئے کہ خط نہایت احتیاط سے بذریعہ رجسٹری سر بمہر آوے اور اُس راز کو قبل از وقت فاش نہ کیا جاوے اور اِس جگہ بھی پوری امانت کے ساتھ وہ راز مخفی رکھا جائیگا اور اگر بجائے خط کوئی معتبر کسی میر کا آوے تو یہ امر اور بھی زیادہ مؤثر ہوگا۔ منه

بھیجا گیا ہوں کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کھلی کھلی آفات ہیں ایک مجدد کُھلے کُھلے دعویٰ کے ساتھ آتا سوعنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کرو گے ہر ایک جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اُسوقت کے علماء کی ناسمجھی اُس کی سدِّ راہ ہوئی آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت شیریں پھل نہیں لا سکتا اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دی جاتی ہیں۔ اے لوگو اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداء دین کا چاروں طرف سے محاصرہ ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے ایسے وقت میں ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردانِ خدا میں جگہ ص۳۲
پاؤ۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی

بیکسی شد دین احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست — ہر کسی درکار خود بادین احمد کار نیست
ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاران تن ربود — حیف بر چشمے کہ اکنون نیز ہم ہشیار نیست
این خداوندانِ نعمت این چنیں غفلت چراست — بیخود از خوابید یا خود بختِ دین بیدار نیست
اے مسلمانان خدا را یک نظر برحالِ دین — آنچہ می بینم بلاہا حاجتِ اظہار نیست
آتش افتاد است در رختش بخیزید ای یلان — دیدنش از دور کارِ مردمِ دیندار نیست
ہر زمان از بہرِ دین درخون دلِ من می تپد — محرمِ این دردما جز عالمِ اسرار نیست
آنچہ برما می رود از غم کہ داند جُز خدا — زہر می نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست
ہر کسی غمخواری اہل و اقارب می کند — ای دریغ این بیکسی راہیچ کس غمخوار نیست
خونِ دین بینم روان چون کشتگانِ کربلا — اے عجب ایں مردمان رامہرآن دلدار نیست
حیرتم آید چو بینم بذل شان درکار نفس — کاین ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست
اے کہ داری مقدرت ہم عزمِ تائیداتِ دین — لُطف کن مارا نظر براندک و بسیار نیست

بین کہ چون درخاک می غلطد ز جورِ ناکسان آنکہ مثلِ او بزیرِ گنبدِ دوار نیست
اندرین وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکسان جُز دُعاء بامداد و گریۂ اسحار نیست
اے خدا ہرگز مکن شاد آن دلِ تاریک را آنکہ او را فکرِ دینِ احمدؐ مختار نیست
اے برادر پنج روز ایّام عشرت ہا بود دائمًا عیش و بہارِ گُلشن و گلزار نیست

راقم مرزا غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

آئینہ کمالات اسلام شائقین کے لئے اطلاع

اس وقت ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام نام میں نے تالیف کی ہے۔ جس میں بڑی تحقیق وتدقیق سے اسلام اور قرآن کریم کی خوبیوں اور کمالات کا بیان ہے اور علاوہ اس کے مخالفین مذاہب کے عقائد باطلہ کا رد ہے اور فرقہ نیچریہ کے خیالات باطلہ کا بھی اچھی طرح استیصال کیا گیا ہے۔ ضخامت اس کی ساڑھے چھ سو صفحہ سے زیادہ ہے قیمت دو روپیہ ہے۔ محصول علاوہ ہے اور ماسوا اس کے مفصلہ ذیل کتابیں بھی موجود ہیں۔

فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام محصول علاوہ ہے۔ اور فتح اسلام اور توضیح مرام کی قیمت آٹھ آٹھ آنہ تھی اب ہم نے چار چار آنہ کم کردیئے ہیں۔

المشتہر
مرزا غلام احمد
قادیان ضلع گورداسپورہ، پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی محمد و اٰل محمد افضل الرسل و خاتم النبیین

اشتہار

کتاب براہین احمدیہ جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے دُنیا میں منجانب اللہ اور سچا مذہب جس کے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کو ہر یک عیب اور نقص سے بری سمجھ کر اُس کی تمام پاک اور کامل صفتوں پر دِلی یقین سے ایمان لاتا ہے وُہ فقط اسلام ہے جس میں سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاہر ہو رہی ہے اور دوسرے تمام مذہب ایسے بدیہی البطلان ہیں کہ نہ عقلی تحقیقات سے اُن کی اصول صحیح اور درست ثابت ہوتی ہیں اور نہ اُن پر چلنے سے ایک ذرہ روحانی برکت وقبولیت الٰہی مل سکتی ہے بلکہ اُن کی پابندی سے انسان نہایت درجہ کا کور باطن اور سیہ دل ہو جاتا ہے جس کی شقاوت پر اسی جہان میں نشانیاں پیدا ہو جاتے ہیں۔

اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح پر ثابت کیا گیا ہے۔ (۱) اوّل تین سو مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جن کی شان وشوکت وقدر ومنزلت اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی مخالفِ اسلام اُن دلائل کو توڑ دے تو اُس کو دس ہزار روپیہ

دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے اگر کوئی چاہے تو اپنی تسلی کے لئے عدالت میں رجسٹری بھی کرالے۔ (۲) دوم اُن آسمانی نشانوں سے کہ جو سچے دین کی کامل سچائی ثابت ہونے کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اس امر دوم میں مؤلف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تین قسم کے نشان ثابت کر کے دکھائے ہیں۔ اوّل وہ نشان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آنجناب کی دُعا اور توجہ اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے جن کو مؤلف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے مخصوص وممتاز کر کے درج کتاب کیا ہے۔ دوم وہ نشان کہ جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور بے مثل طور پر پائی جاتی ہیں جن کو راقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر یک عام و خاص پر کھول دیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کے لئے باقی نہیں رکھا۔ سوم وہ نشان کہ جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت رسولؐ برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتی ہیں جن کے اثبات میں اس بندہ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادر مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیہ اور اسرار لدنیہ اور کشوف صادقہ اور دعائیں قبول شدہ جو خود اس خادمِ دین سے صادر ہوئی ہیں اور جن کی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریوں وغیرہ سے) بشہادت ورویت گواہ ہیں کتاب موصوف میں درج کئے ہیں اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدّت مناسبت ومشابہت

ہے اور اس کو خواص انبیا ورسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُن بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اُس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اُس کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت و برکت اور اُس کے برخلاف چلنا موجب بُعد وحرمان ہے یہ سب ثبوت کتاب **براہین احمدیہ** کے پڑھنے سے کہ جو منجملہ تین ۳۰۰ سو جزو کے قریب ۳۷ جزو کے چھپ چکی ہے ظاہر ہوتے ہیں اور طالب حق کے لئے خود مصنف پوری پوری تسلی و تشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے۔ **وَ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَلَا فَخْرَ ۔ وَالسَّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی** ۔اور اگر اس **اشتہار** کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اُس پر اتمام حجت ہے جس کا خدا تعالیٰ کے رُوبرو اُس کو جواب دینا پڑے گا۔ بالآخر اس اشتہار کو اس دُعا پر ختم کیا جاتا ہے کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل **محمد مصطفٰے** صلی اللہ علیہ وسلّم اور تیری کامل ومقدس کلام **قرآن شریف** پر ایمان لاویں اور اُس کے حکموں پر چلیں تا اُن تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جاویں کہ جو سچے مسلمان کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اُس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہوسکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دُنیا میں اس کو پاتے ہیں بالخصوص **قوم انگریز** جنہوں نے ابھی تک اس آفتابِ صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جن کی شائستہ اور مہذّب اور بارحم **گورنمنٹ** نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملت سے

ممنون کر کے اس بات کیلئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم اُن کے دُنیا و دین کے لئے دِلی جوش سے بہبودی وسلامتی چاہیں تا اُن کے گورے وسپید مونہہ جس طرح دُنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں نورانی ومنوّر رہوں۔ **فنسأل اللہ تعالٰی خیرھم فی الدنیا والاخرۃ اللّٰھم اھدھم بروح منک و اجعل لھم حظًا کثیرًا فی دینک و اجذبھم بحولک و قوتک لیؤمنوا بکتابک و رسولک و یدخلوا فی دین اللہ افواجًا. اٰمین ثم اٰمین والحمدللّٰہ رب العالمین۔**

المشتھر

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ۔ ملک پنجاب

(بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے)

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

TRANSLATION OF THE VERNACULAR NOTICE ON REVERSE

Being inspired and commanded by God, I have undertaken the compilation of a book named "Burahin-i-Ahmadia," with the object of reforming and reviewing the religion, and have offered a reward of Rs. 10,000 to any one who would prove the arguments brought forward therein to be false. My object in this Book is to show that the only true and the only revealed religion by means of which one might know God to be free from blemish, and obtain a strong conviction as to the perfection of His attributes is the religion of Islam, in which the blessings of truth shine forth like the sun, and the impress of veracity is as vividly bright as the day-light. All other religions are so palpably and manifestly false that neither their principles can stand the test of reasoning nor their followers experience the least spiritual edification. On the contrary those religions so obscure the mind and divest it of discernment that signs of future misery among the followers become apparent even in this world.

That the Muhammadan religion is the only true religion, has been shown in this book in two ways: (1st), By means of 300 very strong and sound arguments based on mental reasoning (their cogency and sublimity being inferred from the fact that a reward of Rs. 10,000 has been offered by me to any one refuting them, and from my further readiness to have this offer registered for the satisfaction of any one who might ask for it): (2) From those Divine signs which are essential for the complete and satisfactory proof of a true religion. With a view to establish that Muhammadan religion is the only true religion in the world, I have adduced under this latter head 3 kinds of evidences: (1) The miracles performed by the Prophet during his life time, either by deeds or words which were witnessed by people of other persuasions and are inserted in this book in a chronological order (based on the best kind of evidences): (2), The marks which are inseparably adherent in the Alquran itself, and are perpetual and everlasting, the nature of which has been fully expounded for facility of comprehension (3), The signs which by way of inheritances devolve on any believer in the Book of God and the

follower of the true Prophet. As an illustration of this, I, the humble creature of God, by His help have clearly evinced myself to be possessed of such virtues by the achieving of many unusual and supernatural deeds by foretelling future events and secrets, and by obtaining from God the objects of my prayers to all of which many persons of different persuasions like the Aryas, & c., have been eye-witnesses (A full description of these will be found in the said book).

I am also inspired that I am the Reformer of my time, and that as regards spiritual excellence, my virtures bear a very close similarity and strict analogy to those of Jesus Christ, and in the same way as the distinguished chief of Prophets were assigned a higher rank than that of other Prophets, I also by virtue of being a follower of the August Person (the benefactor of mankind, the best of the messengers of God) am favored with a higher rank than that assigned to many of the Saints and Holy Personages preceding me. To follow my footsteps will be a blessing and the means of salvation, whereas any antogonism to me will result in estrangement, and disappointment. All these evidences will be found by perusal of the book which will consist of nearly 4800 pages of which about 592 pages have been published. I am always ready to satisfy and convince any seeker of truth. "*All this is a Grace of God, He gives it to whomsoever. He likes, and there is no bragging in this*." "Peace be to all the followers of righteousness!"

If after the publication of this notice any one does not take the trouble of becoming an earnest enquirer after the truth and does not come forward with an unbiassed mind to seek it, then my challenging (discussion) with him ends here, and he shall be answerable to God.

Now I conclude this notice with the following prayer: *Oh Gracious God guide the pliable hearts of all the nations, so that they may have faith on Thy chosen Prophet (Muhammad) and on Thy holy Alquran, and that they may follow the commandments contained therein, so that they may thus be benefited by the peace and the true happiness which are specially enjoyed by the true Muslims in both the worlds, and may obtain*

absolution and eternal life which is not only procurable in the next world, but is also enjoyed by the truthful and honest people even in this world.Especially the English nation who have not as yet availed themselves of the sunshine of truth, and whose civilized, prudent and merciful empire has, by obliging us by numerous acts of kindness and friendly treatments, exceedingly encouraged us to try our utmost for their welfare, so that their fair faces may shine with heavenly effulgence in the next world We beseech God for their well being in this world and the next. Oh God guide them and help them with thy grace, and instil in their minds the love for thy religion, and attract them with thy power, so that they may have faith on thy Book and prophet, and embrace thy religion in groups Amen! Amen!

"Praise be to God the supporter of creation!"

(Sd) **MIRZA GULAM AHMAD**

Chief of Kadian, District Gurdaspur, Punjab, India.

Ripon Press, Lahore, Punjab.